رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر ثبوت فضیلت تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حاضر و رشید یا بادی ، و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست

بر مقاصد و مبادی ، پس اتباعاً للنص المزبور صحیفۂ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

نمبر ۱	بابت جمادی الاول ۱۳۴۷ھ	جلد ۵

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر ست در ہر مجلس و

نادی و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی ، بصورت ترجمۂ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ و

حل انتخابات و کلید مثنوی و تشرف و رحمۃ للمسلمین و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ، با دارۂ محمد عثمان عفی عنہ ، در شہر اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزینگ نور بصد ولہ میگردد

ملہ ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث افضل حسبنا کتاب اللہ و قضی بالرحم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ

جو بہ برکت دُعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے۔

اُصول ومقاصد رسالہ "الہادی" اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمۃ محمدیہ کے عقاید و اخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ بجائے ڈیڑھ تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (عہ) ہے

(۴) سوائے اُن صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ کے وی۔پی۔ بھیجا جائے گا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کر دو روپے دس آنہ کا وی۔پی۔ روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کرے گا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی۔پی۔ پہنچیگا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہو وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا۔ وی۔پی۔ کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہوں گے اُنکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۷ھ لغایت بھیجے جائیں گے اور ابتداء سال سے خریدار سمجھے جائیں گے۔ اور اگر الہادی کی جلد اولؔ دوم وسوم وچہارم درکار ہو طلب فرمائیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک

الراقم

محمد عثمان۔ مالک و مدیر "رسالہ الہادی" دہلی

ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اس میں کرزین نے یہ اور زیادہ کیا ہے اور میں ایسے آدمی کو عطیہ دیتا ہوں وہ اسکو بغل میں لیکر چلتا ہے وہ آگ کے سوا کچھ نہیں ہوتا حضرت عمر نے عرض کیا آپ یا رسول اللہ آگ کیوں دیتے ہیں فرمایا مجکو اللہ تعالے نے بخل سے منع فرمایا ہے اور وہ بغیر سوال کے نہیں مانتے صحابہ نے عرض کیا وہ غنی کیا ہے جس کے ہوتے ہوئے مانگنا نہ چاہیئے فرمایا اس قدر کہ صبح و شام کھا سکے (یعنی ایک دن کی خوراک) اس زیادتی پر بہت سے شواہد ہیں مگر ہم نے ترمذی کے کسی نسخہ میں اس میں سے کچھ نہیں پایا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مال بڑھانے کے واسطے مانگتا ہے وہ بس انگارے مانگتا ہے اب چاہے کم کرلے یا زیادہ اسکو مسلم ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے باوجود غنی کے لوگوں سے مانگا اوس نے جہنم کے گرم پتھروں میں سے بڑھا لیا صحابہ نے عرض کیا کہ غنی کیا ہے فرمایا شام کی خوراک اسکو عبد اللہ بن احمد نے اپنی زوائد علی المسند میں روایت کیا ہے اور طبرانی نے اوسط میں اور اسکی اسناد جید ہے۔

اور حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ عیینہ بن حصین اور اقرع ابن حابس رضی اللہ تعالی عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت سے کچھ سوال کیا حضرت نے حضرت معاویہ کو حکم کیا انہوں نے جو کچھ انہوں نے مانگا تھا وہ ان کے لیے لکھدیا اقرع نے تو اپنا پروانہ لیکر عمامہ میں لپیٹ لیا اور چلے گئے اور عیینہ اپنا پروانہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ خیال فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے پاس ایسے خط کو لیکر چلا جاؤں گا کہ نہ جانوں کہ اوس میں کیا لکھا ہے متلمس کے صحیفہ کی طرح حضرت معاویہ نے اوسکے قول کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایسی حالت میں سوال کیا کہ اوس کے پاس ایسا سامان تھا کہ اسکو سوال سے بے نیاز کردے وہ اپنے لیے (اوس سوال سے) صرف نار دوزخ کو بڑھانا چاہتا ہے نفیلے اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں

وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا مقدار ہے جسکے ہوتے ہوئے سوال کرنا مناسب نہیں ہے فرمایا اس قدر کہ صبح اور شام کی غذا کافی ہو اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور یہ اوسی کے الفاظ ہیں اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اوس میں یہ ہے کہ آپنے فرمایا جس شخص نے سوال کیا باوجودیکہ اوس کے پاس وہ مقدار ہے کہ اوس کو (سوال سے) بے نیاز کردے وہ صرف اپنے جہنم کے انگاروں کو بڑھانا چاہتا ہے لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا مقدار (سوال سے) مستغنی کرتی ہے فرمایا اتنا کہ صبحکو کھالے یا شام کو اور اسکو ابن خزیمہ نے مختصر روایت کیا ہے مگر وہ کہتے ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسی غنا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے سوال زیبا نہیں ہے فرمایا اتنا کہ اوس کے لیے ایک دن رات یا فرمایا ایک رات دن کے سیری کے قابل ہے اس حدیث میں جو صحیفہ متلمس آیا ہے یہہ ایک مثل ہے اہل عرب ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو بغیر تحقیق کیئے ہوئے کہ اوسکو نافع ہوگی یا مضر اوٹھالائے اس مثل کا اصل قصہ یہ تھا کہ متلمس عبدالمسیح نامی ایک شخص تھا وہ اور طرفہ عبدی یہ دونوں عمرو بن منذر بادشاہ کے پاس گئے اوس کے پاس قیام پذیر ہوئے وہ کسی امر پر اون سے ناراض ہوا اور اپنے کسی صوبہ کے پاس پروانہ لکھدیا کہ اون دونوں کو قتل کردو اور ان دونوں سے کہدیا کہ میں نے تم دونوں کے لیئے سلوک کرنے کے واسطے لکھدیا ہے وہ دونوں اوس پروانہ کو لیکر حیرہ شہر میں پہنچے متلمس نے اپنے پروانہ کو ایک لڑکے سے پڑھوایا تو اوس میں اپنے قتل کا حکم پایا اسکو پھینک دیا اور طرفہ سے کہا تو بھی ایسا ہی کر اوس نے کہنا نہیں مانا اور صوبہ کو پروانہ پہنچادیا اوس صوبہ نے اوس پروانہ کو پڑھکر طرفہ کو قتل کردیا اس بنار پر یہہ مثل جاری ہوگئی۔ خطابی کہتے ہیں کہ علمار نے سہل کی اس حدیث کی تاویل میں اختلاف کیا ہے بعض تو ظاہر الفاظ کے مطابق کہتے ہیں کہ جس کے پاس صبح شام کے خرچ کے قابل ہے اوسکو سوال کرنا حلال نہیں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس کا روزانہ کا ایسا انتظام ہے کہ دونوں وقت کے خرچ کو کافی ہوتا ہے اگر ایسا ہی ایک مدت طویل کے گزران کا سامان ہو جیسا کہ روزنداری لگی ہوئی ہوتی ہے اسکو سوال کرنا حرام ہے اور دوسرے لوگوں نے اسکو منسوخ کہا ہے اون حدیثوں سے جو پہلے گزر چکی ہیں جن میں غنار کی مقدار

پچاس درہم یا اوسکی قیمت یا ایک اوقیہ (چالیس درہم کا ہوتا ہے) یا اوسکی قیمت کی کوئی اور چیز بیان
کی گئی ہے حافظ مصنف کتاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نسخ کا دعویٰ تو دونوں جانبوں میں مشترک
ہے (جیسا کہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک رات دن کے خرچ والی حدیث منسوخ ہے پچاس درہم والی حدیث سے
یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ پچاس درہم والی حدیث ایک دن رات کے خرچ والی حدیث سے منسوخ ہے)
ہم کوئی ایسی بات نہیں جانتے کہ ایک احتمال کو دوسرے احتمال پر ترجیح دیدے اور امام شافعی رحمۃ اللہ
علیہ تو فرمایا کرتے تھے کہ کبھی آدمی کو ایک درہم سے استغنا حاصل ہو جاتا ہے اگر کام لگا ہوا ہوتا
ہے (صبحکو کھانا کھایا مزدوری پر چلے گئے بس امیر ہیں) اور کبھی ہزار درہم سے بھی استغنا
حاصل نہیں ہوتا کہ خود ضعیف ہو (کسب پر قادر نہ ہو یا ملتا نہ ہو) اور عیال کثیر ہو اور سفیان
ثوری اور ابن المبارک اور حسن بن صالح اور احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ اس طرف گئے
ہیں کہ جس کے پاس پچاس درہم نقد یا اسکی مالیت ہو اسکو زکوٰۃ میں سے کچھ نہ دیا جائے۔ اور
حسن بصری اور ابو عبیدہ کہتے تھے کہ جس کے پاس چالیس درہم ہوں وہ غنی ہے اور اصحاب
رائے یعنی فقہا حنفیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نصاب زکوٰۃ کا مالک ہو اسکو زکوٰۃ دینی
جائز ہے اگرچہ تندرست کماؤ ہو باوجود یہ کہنے کے کہ جس کے پاس ایک دن کے کھانے کا ہو
اسکو سوال کرنا حلال نہیں ہے۔ اسی حدیث سے استدلال پکڑ کر سوال سے منع کرتے ہیں **ف**
مصنف نے فقہا کے دونوں قولوں میں بظاہر تعارض خیال فرماکر بعنوان اعتراض یہ فرمایا ہے
اور اللہ اعلم بالصواب غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوال کرنا اور بات ہے اور بلا سوال
ملجانا اور قبول کر لینا اور بات ہے ان دونوں میں تعارض نہیں ہے باب کی تمام حدیثوں کو
مطالعہ فرمایئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں دینے والے کو دینے سے منع نہیں
فرمایا۔ ہاں مانگنے والوں کو مانگنے سے منع فرمایا بلکہ جن لوگوں کو مانگنے سے منع کیا ہے ان
لوگوں کا پہلے سوال بھی پورا کر دیا جہاں تک قدرت تھی اور اگر کچھ موجود نہ ہوا تو معذرت
فرمادی یہ جناب کا طرز عمل صاف وہی تعلیم کر رہا ہے جو فقہا علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں ورنہ جو
صدقات ایسے سائلین کو جناب نے تقسیم فرمائے وہ اوا کیونکر ہوتے اور حضرت امر نا جائز کیوں
کرتے البتہ اللہ پاک نے مصرف زکوٰۃ فقرا اور مساکین کو بتایا ہے اور اغنیا پر زکوٰۃ کا

دنیا فرض کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنی کی مقدار دو سو درہم فرما دیئے تو معلوم ہوا کہ اس سے کم میں غنا حاصل نہیں ہوتا پس وہ فقیر ہے مستحق زکوۃ ہے یہ دوسرا امر ہے کہ چونکہ اسکی معمولی گزران ذلت سوال سے بچا سکتی ہے لہذا اسکو سوال سے منع فرما دیا۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی لوگوں سے اس غرض سے مانگتا ہے کہ مال جمع کرے وہ سوال اوس کے حق میں گرم پتھر شعلہ زن ہو جائیگا اب جو چاہے اوسکو کم سے اور جو چاہے زیادہ کرے اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

ف یہ پتھر دوزخ کا ایندھن ہے جو فرمایا ہے وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں مینے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ حضرت سے عرض کیجئے کہ آپ کو صدقہ پر عامل بنا دیں انہوں نے حضرت سے عرض کیا آپنے فرمایا میں ایسا نہیں ہوں کہ تم کو لوگوں کے گناہوں کے دہوون (یعنی صدقہ) پر عامل مقرر کردوں۔ اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو عبد الرحمن عوف ابن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم نو یا آٹھ یا سات آدمی حضرت کی خدمتمیں حاضر تہے۔ حضرت نے فرمایا کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے اور ہم نے ابہی قریب ہی بیعت کی تہی ہم نے ہاتھ تو پہیلا دیے اور عرض کیا ہم تو آپسے بیعت کر چکے ہیں یا رسول اللہ پہر کس امر پر بیعت کریں فرمایا اسپر کہ تم اللہ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسیکو شریک نہ کرنا اور پانچوں نمازوں پر اور اسپر کہ فرمانبرداری کرو اور ایک بات چپکے سے فرمائی کہ لوگوں سے مانگنا مت (گویا دوبارہ بیعت لینے سے یہی مقصود تہا) حضرت عوف فرماتے ہیں کہ مینے اون لوگوں میں سے بعض کو دیکھا کہ اگر کسیکا کوڑا بھی گر جاتا تہا تو کسی سے سوال نہیں کرتے تہے کہ ذرا دیدینا اسکو مسلم ترمذی نے اور نسائی نے اختصار سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں مجہہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ مرتبہ بیعت لی اور سات مرتبہ عہد و میثاق لیا اور سات مرتبہ مجہپر خدا کو شاہد بنایا اس بارہ میں کہ میں اللہ کے بارہ میں کسی ملامت کرنے والی کی ملامت سے نہ ڈروں۔

(باقی آئندہ)

تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے تو تواضع کی وجہ سے اپنے کہانیکو گوہ موت کہا ہے کیونکہ اپنے کہانیکو کہانا کہنا تکبر ہے سو ایسی تواضع بیوقوفی ہے۔ کیونکہ کوئی چیز بھی اصل میں ہماری نہیں یہانتک کہ ہم خود بھی اپنے نہیں کہ جس طرح چاہیں اپنے میں تصرف کرلیں بلکہ ہم سب سرکاری چیز ہیں اسی اور اصلی مالک ہم سب کے خدا تعالیٰ ہیں پس سرکاری چیزوں کی ان کے حکم کے خلاف بیقدری کرنا جائز نہیں اللہ والے اسی وجہ سے کبھی اپنے نفس کی بھی قدر کرنے لگتے ہیں اور عام لوگ کچھ اور سمجھ جاتے ہیں وہ حضرات اپنے نفس کی قدر اسلئے کرتے ہیں کہ وہ اس نفس کو سرکاری چیز سمجھتے ہیں اور اسیطرح ہاتھ۔ پاؤں۔ دماغ یہ سب سرکاری مشینیں ہیں جنکو ہمارے سپرد کیا گیا ہے اگر ہم اپنی بے احتیاطی سے انکو بگاڑیں گے تو خدا غضب الٰہی اور عذاب کے مستحق ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد ہے کہ بیشک تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیبیوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اگر ہم اپنے دل و دماغ آنکھ کی حفاظت اور خدمت اس نیت سے کریں گے کہ یہ ہمارے آقا کی چیزیں ہیں اور آقا کی سپرد کی ہوئی چیزوں کی حفاظت غلام کو ضرور کیا ہے تو اسمیں بھی ہم کو ثواب ملیگا یہی معنے ہیں اس حدیث کے کہ انما الاعمال بالنیات یعنے ہر کام میں نیت کا اعتبار ہے۔ غرضکہ ان چیزوں کو چونکہ اپنے پیارے سے تعلق ہے اس لیے یہ بھی پیاری ہیں کسی نے کہا ہے کہ مجھے اپنی آنکھوں کی اس لیئے قدر ہے کہ انکے ذریعہ سے اپنے محبوب کا حسن و جمال دیکھنے کو ملا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ جب آپ خدا تعالیٰ تک پہنچ گئے تو پھر اب تسبیح کیوں رکھتے ہیں۔ آپنے کیا پاکیزہ جواب دیا کہ میاں جسکی بدولت ہم کو یہ دولت ملی کیا اب اسکو چھوڑدیں ہر گز نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے رستہ میں جہاد[۱] کے لیے گھوڑا پالتا ہے اس گھوڑے کا پیشاب پاخانہ بھی بیکار نہیں جاتا۔ بلکہ اسپر بھی ثواب ملتا ہے یہ ساری برکت اسوجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے گھوڑا پالا تھا۔ ایسی حقیر چیزوں کے نیکیوں میں شمار ہونے کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص مصری خریدے تو جو تنکا مصری میں ہوگا وہ بھی مصری کے بھاؤ ملے گا اور دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھنے کی بھی یہی حکمت ہے۔ کہ درود شریف کو اللہ تعالےٰ ضرور ہی قبول کریں گے اور یہ ان کے فضل و کرم سے بہت دور ہے کہ اول و آخر کو تو قبول

[۱] جو لڑائی دین کی مدد کے لیے ہو ۱۲۔

کریں اور بیچ والی چیز کو لوٹا دیں اور درود شریف ضرور قبول ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول و محبوب ہیں آپ پر بے کسی کی درخواست کے بھی اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہیں سو جب کسی نے آپ پر رحمت کرنے کی درخواست کی تو اس سے اس شخص کی خیر خواہی ظاہر ہوئی جس سے یہ بھی مقبول ہو گیا۔ اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص ہر عید میں اپنے لڑکے کو کچھ انعام دیا کرتا ہے تو وہ تو دے ہی گا۔ لیکن اگر کسی شخص نے اسکو انعام دینے کی بابت کہہ بھی دیا تو وہ شخص اس کہنے والے پر بھی مہربان ہو جائیگا اور یہ سمجھیگا کہ اسکو ہمارے لڑکے سے محبت ہے تو چونکہ درود شریف ضرور قبول ہوتا ہے اس لئے طفیل میں یہ شخص بھی مقبول ہو جاتا ہے۔ جب درود شریف قبول ہوگا تو اس کے ساتھ کی دعا بھی ضرور قبول ہوگی۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کھانڈ کے چنے کے اندر چنا ہوتا ہے اور اوپر کھانڈ لپٹی ہوئی ہوتی ہے اس مٹھائی کے سبب وہ چنے بھی مٹھائی کے حساب میں بکتے ہیں۔ کیونکہ انپر کھانڈ لپٹی ہوئی ہے اس واسطے وہ چنے کھانڈ کے حکم میں ہو گئے اسی طرح وہ دعا بھی درود شریف کے حکم میں ہو گئی یا جیسے تپے مٹھائی کے ساتھ جاتے ہیں اور پھر انکو کوئی واپس نہیں کرتا اور یہی حکمت ہے جماعت کی نماز میں کہ جماعت میں نیک بندے بھی ہوتے ہیں امید ہے کہ انکی نماز قبول ہوگی۔ اور بروں کی نماز بھی چونکہ نیکوں کے ساتھ ہے اس واسطے وہ بھی قبول ہو جائے گی۔

(۴) اسی طرح اگر کوئی شخص دنیا کے کاموں میں بھی نیک نیت رکھے گا تو اسکو ضرور ثواب ملیگا۔ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ کسی اپنے مرید کے گھر گئے وہاں ان کے گھر میں روشندان دیکھا پوچھا یہ کیوں رکھا ہے اُس نے جواب دیا روشنی کے واسطے اُنہوں نے فرمایا کہ روشنی تو بدون نیت کے بھی آتی اگر اس کے رکھنے میں یہ نیت کر لیتا کہ اس میں سے اذان کی آواز آیا کرے گی تو تجھے اس کا ثواب بھی ملتا رہتا اور روشنی تو خود آ ہی جاتی۔ مطلب یہ ہے کہ نیک نیت رکھنے سے دنیا کے سارے کام بھی ثواب کے قابل بن جاتے ہیں بس ایسی دنیا دین کے خلاف نہیں اور ایسا دنیا دار بھی دیندار ہی ہے اور اس معنی کر کوئی مسلمان دنیا دار نہیں تو سب مسلمان دیندار ہی ہوئے اور جبکہ سب مسلمان دیندار

جماعت کی حکمت

نیک نیت سے دنیا کے کام بھی دین بن جاتے ہیں۔ بزرگ کی حکایت

ہوئے اور دیندار اور دنیادار کا فرق نہ ہوا تو کیا وجہ ہے کہ عمل کا طریقہ الگ الگ رکھا جائے۔ پس ظاہر ہوگیا کہ سب مسلمانوں کے عمل کا طریقہ ایک ہی ہے۔ البتہ یہ بات جدا رہی کہ عذر وضرورت کی حالت میں کسی کے لئے کچھ آسانی کردیجائے سو اس کے لیے یہ ضرور نہیں کہ عمل کا طریقہ ہر ایک کیلئے الگ الگ مقرر کیا جائے بلکہ عمل کا طریقہ تو ایک ہی رہے گا۔ البتہ جہاں کسیکو ضرورت ہوگی وہ اس قاعدہ میں داخل نہ سمجھا جائیگا اب وہ طرز عمل بیان کیا جاتا ہے۔ اتفاق سے وہ ضروری باتیں جو اس کے مناسب ہیں ان آیتوں میں پورے طور پر جمع ہیں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے چادر اوڑھنے والے رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنے آدھی رات یا اس سے کسی قدر کم یا کچھ زیادہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر اوڑھنے والے کے نام سے یاد کیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کے جھٹلانے سے بہت تکلیف ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو چاہتے تھے کہ یہ کمبخت ایمان لے آئیں تاکہ دوزخ کی آگ سے چھوٹ جائیں اور وہ لوگ ایمان تو کیا لاتے الٹے جھٹلانے پر کمر باندھ رکھی تھی۔ اور خدا تعالےٰ ۷ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے اور مقابلہ کیا کرتے اس وجہ سے حضور کو بڑا رنج وغم تھا۔ اور رنج وغم کی وجہ سے متفکر ہوکر چادر اوڑھ کر بیٹھ گئے تھے اس لئے خاص اس حالت کے اعتبار سے چادر اوڑھنے والے کے لقب سے آپکو یاد کیا تاکہ حضور کو کچھ تسلی ہو اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص اپنے محبوب کی خاطر لوگوں کی ملامت اور برا بھلا برداشت کرنے سے پریشان ہو رہا ہو اسوقت اس کا محبوب اسی لقب سے پکارے کہ اے پریشان ہونے والے تو دیکھئے اس شخص کو کتنی تسلی ہوگی اور اس لفظ کی لذت اسکو کتنی معلوم ہوگی جسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسکو خیال ہوگا کہ محبوب کو میرے حال پر نظر ہے ایسا ہی حضور کو بھی چادر اوڑھنے والے کے لقب سے یاد کرکے آپ کو تسلی دی گئی ہے اور بعد اس کے بعض عبادتوں کا حکم دیا ہے اور کافروں کے برا بھلا کہنے پر صبر کرنے کو ارشاد فرمایا ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص محبوب کی خاطر برا بھلا برداشت کرتے کرتے پریشان ہوجائے اور اس کا محبوب یہ کہہ کر تسلی دے کہ میاں تم ہم سے باتیں کرو تمکو دیکھو دشمنونکو

جھٹلانے دو آور تم سے باتیں کر دیہ کام کر دوہ کام کر و اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو تو ایسی
تسلی وحی کے ذریعہ سے کی مگر امت میں جو بزرگ ہیں ان کو الہام وغیرہ کے ذریعہ سے تسلی کیجاتی
ہے اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ انسان کیسا ہی بزرگ کیوں نہ ہو جائے مگر پھر بھی انسانیت
کے آثار اسمیں باقی رہتے ہیں آرام میں خوشی اور مصیبت میں رنج و غم اسکو بھی ہوتا ہے جیسا کہ
یہاں پر کافروں کے جھٹلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج و غم ہوا ہاں اتنا
فرق ہے کہ ہم لوگوں کا غم ایسے موقعہ پر بوجہ تنگدلی اور برداشت نہ کرنے کے ہوتا ہے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غم بوجہ شفقت اور رحم کے تہا آپ کو اسپر غم تہا کہ اگر یہہ
لوگ ایمان نہ لائیں گے تو دوزخ میں جائیں گے اسوجہ سے انپر رحم آتا تہا اور غم پیدا ہوتا تہا
مگر یہ تو ثابت ہوا کہ کاملوں کو بھی رنج و غم ہوتا ہے اور یہی ہونا بھی چاہیئے کیونکہ اگر کسی کو
مصیبت میں تکلیف ہی نہ معلوم ہو تو پھر صبر کہاں ہوگا کیونکہ صبر تو نام ہے تکلیف کو
ضبط کرنے کا اور جب کسی کو تکلیف ہی نہ معلوم ہو تو ضبط کیا کرے گا البتہ جب حال کا غلبہ
ہوتا ہے اسوقت تکلیف نہیں معلوم ہوتی لیکن حال کا غلبہ خود کوئی کمال کی چیز نہیں
ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ بیٹے کے مرنے کی خبر سنی تو خوب کھل کھلا کر ہنسے اور ادھر حضور ؐ
کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپنے اپنے بیٹے ابراہیم پر آنسو بہائے اور یہ فرمایا
کہ اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی میں غمگین ہیں اب جو شخص ظاہر کو دیکھنے والا ہو اس کے
سامنے اگر یہ دونوں قصے بیان کر دیئے جائیں اور یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ یہ قصہ کسکا ہے
اور وہ کس کا تو ضرور یہ شخص پہلے بزرگ کو جو کھل کھلا کر ہنسے تہے زیادہ کامل سمجھیگا۔ حالانکہ
یہ بات سب کی مانی ہوئی ہے کہ ولی کسی حال میں نبی سے نہیں بڑھ سکتا اور ولی کو جو کمال
بھی حاصل ہوتا ہے نبی سے حاصل ہوتا ہے۔ سو اصل میں ان دونوں قصوں کی حقیقت
یہ ہے کہ ان بزرگ کی نظر صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق پر تہی اولاد کے حقوق کی ضرورت دل سے
پوشیدہ تہی اس واسطے اولاد کے حقوق کا اثر (یعنی رنج جو کہ شفقت کی وجہہ سے پیدا ہوتا ہے)
ظاہر نہیں ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر دونوں حقوق پر تہی خدا تعالیٰ کے
حقوق پر بھی اور اولاد کے حقوق پر بھی اللہ تعالیٰ کے حقوق کی رعایت سے تو صبر کیا اور

کاملوں کو بھی مصیبت کے وقت تکلیف ہوتی ہے

مصیبت کے وقت غلبۂ حال سے خوش ہونا کمال نہیں اور ایک بزرگ کی حکایت

بے صبری نہیں کی اور اولاد کے حقوق کیوجہ سے اپر شفقت ظاہر کی جسکی وجہ سے آنسو جاری ہوئے بیرحمی نہیں کی چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے انہیں بندوں پر رحم کرتے ہیں جو دوسروں پر مہربان ہوتے ہیں۔

(۵) اسی طرح غلطی کی وجہ سے اور بھی بعضی باتیں کمال سمجھی جاتی ہیں حالانکہ انہیں چھپی ہوئی کوئی خرابی ہوتی ہے جیسے حد سے زیادہ تواضع کرنا کہ بعض دفعہ اس سے ناشکری ہو جاتی ہے ایسے ہی بعض آدمی کہدیتے ہیں کہ ہم نے ذکر[۱] شغل کیا مگر کچھہ نفع نہیں ہوا اور سمجھتے ہیں کہ یہ کہنا تواضع ہے حالانکہ اسمیں ایک تو خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی ناشکری ہے۔ کہ انھوں نے اپنا نام لینے کی دولت اسکو عنایت فرمائی اس کے علاوہ ایک نقصان یہ بھی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے ذکر و شغل کو اس قابل سمجھا ہے کہ اسکو قبول کیا جائے اور اس کے انعام میں انکو بڑا رتبہ دیا جائے اور یہ تکبر اور بڑائی ہے۔ یہ نفس کے بڑے بڑے مکر ہیں ان لوگوں کو یہ خبر نہیں کہ خدا کا نام لینا خود ایک بڑی بھاری نعمت ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رح سے اگر کوئی مرید اس قسم کی شکایت کرتا کہ حضرت ذکر و شغل سے کوئی کیفیت پیدا نہ ہوئی تو آپ فرماتے کہ خود ذکر کی توفیق ہونا کیا تھوڑی نعمت ہے جو اور فائدہ کی آرزو کرتے ہو۔ کسی مرید نے حضرت سے بیان کیا تھا کہ میں نے اب کے چلہ کھینچا اور روزانہ سوا لاکھہ دفعہ اللہ اللہ پورا کیا مگر کچھہ فائدہ نہ ہوا شاید حضرت مجھسے کچھہ ناراض ہیں جو کچھہ فائدہ نہ ہوا فرمایا کہ اگر میں ناراض ہوتا تو تمہیں سوا لاکھہ دفعہ ذکر اللہ پڑھنے کی توفیق ہی کہاں ہوتی اور جو لوگ ذکر و شغل سے کیفیتیں چاہتے ہیں کہ خوب جوش پیدا ہو جائے یا ذکر میں مزہ آنے لگے یا کچھ دکھلائی دینے لگے وغیرہ وغیرہ ایسے لوگ بڑی غلطی میں ہیں کیونکہ ذکر شغل سے یہ فائدے اصل مقصود نہیں ہیں بلکہ ذکر سے اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت اور خدا تعالےٰ کا دیدار ہے افسوس ہے کہ یہ لوگ عشق میں مجنوں سے بھی کم ہیں وہ تو لیلیٰ کے نام کی مشق ہی کو بڑا مقصود سمجھہ رہا ہے مگر یہ لوگ دوسری چیزوں کی تلاش میں ہیں۔ مجنوں کا قصہ ہے کہ وہ جنگل بیابان میں اکیلا بیٹھا ہوا زمین پر انگلیوں سے کچھ لکھ رہا تھا ایک شخص کا اس طرف گذر ہوا تو اُس نے

[۱] اللہ اللہ کرنا ۱۲ منہ

پوچھا کہ میاں مجنوں یہ کیا کر رہے ہو یہ خط کس کے لئے لکھ رہے ہو کہا کہ لیلیٰ کے نام کی مشق کر رہا ہوں تاکہ دل کو کچھ تسلی ہو پس جب مجنوں کا لیلےٰ کے عشق میں یہ حال تھا تو کیا مولیٰ کا عشق لیلےٰ کے عشق سے بھی کم ہے۔ ایک بزرگ کو غیب سے آواز آئی کہ تمہاری عبادت قبول نہیں ہوتی انہوں نے اس پر بھی عبادت کو نہ چھوڑا بلکہ بدستور اسی طور پر عبادت کرتے رہے کسی نے ان سے کہا کہ جب تمہاری عبادت قبول نہیں ہوتی تو پھر عبادت کرنے کی کیا ضرورت ہے انہوں نے کیا اچھا جواب دیا کہ بھائی اگر اور کوئی دروازہ ہوتا تو اسکو چھوڑ کر اس دروازہ پر چلا جاتا۔ جب دوسرا دروازہ ہی نہیں پھر اور کہاں جاؤں اور کیا چارہ کروں۔ پس یہ کہنا تھا کہ فوراً غیب سے آواز آئی۔ کہ جب ہمارے سوا تمھارا اور کوئی نہیں تو خیر جیسے کچھ بھی ہو ہمیں قبول ہو۔ غرض عبادت میں تو سوائے خدا کی رضامندی کے اور فائدے طلب کرنا ایک قسم کی مزدوری ہے جو خلوص و محبت کے بالکل خلاف ہے۔

(۶) حکیم ترمذی ایک بزرگ گذرے ہیں۔ جوانی میں ان پر ایک عورت عاشق ہو گئی تھی اور انکی تلاش میں لگی تھی آخر ایک دن اس کا موقع ملا اور ایک باغ میں انکو دیکھا اور وہ باغ چاروں طرف چاردیواری کی وجہ سے بند تھا وہاں پہنچکر ان سے اپنے مطلب کی درخواست کی یہ گھبرائے اور گناہ سے بچنے کی غرض سے بھاگ کر دیوار سے کود پڑے اس قصہ کے بعد ایک روز بڑھاپے کے زمانہ میں دل میں یہ وسوسہ آیا کہ اگر میں اس عورت کا مطلب پورا کر دیتا اور پیچھے توبہ کر لیتا تو یہ گناہ بھی معاف ہو جاتا اور اس عورت کا بھی دل نہ ٹوٹتا اس وسوسہ کا آنا تھا کہ بہت پریشان ہوئے اور روئے کہ افسوس جوانی میں تو میں اس گناہ سے اس کوشش سے بچا اور آج بڑھاپے میں یہ حال ہے معلوم ہوتا ہے کہ میں نے عبادت میں جو کچھ محنت و مشقت کی ہے وہ سب غارت اور اکارت گئی جب بہت رنجیدہ ہوئے تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے حکیم کیوں غم کرتے ہو تمہارا درجہ وہی ہے اور جو کچھ تم نے کیا وہ اکارت نہیں گیا۔ اور اس وسوسہ کی یہ وجہ تھی کہ یہ زمانہ وسوسہ کا میرے زمانہ سے دور ہو گیا تھا اور اس گناہ سے بچنے کی یہ وجہ تھی کہ وہ زمانہ میرے زمانہ سے قریب تھا اور نبی سے جو زمانہ قریب ہے

اسمیں برکت ہوتی ہے۔ ایک بزرگ اسیوجہ سے باسی روٹی کو پسند فرمایا کرتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قریب ہے اور تازی بہ نسبت باسی کے حضور کے زمانہ سے دور ہے۔ سبحان اللہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب زمانہ میں یہ برکت ہے تو آپ کے حکم پر چلنے میں کیسی برکت ہو گی۔

ایک مولوی صاحب جو حکیم بھی تھے مجھ سے اپنا قصہ بیان فرماتے تھے کہ مجکو بخار آنے لگا ہر چند علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا آخر میں نے اس حدیث کے موافق علاج کرنیکا ارادہ کیا جسمیں بخار کے لیے غسل کرنے کو فرمایا ہے۔ پس میں نے نہر میں غسل کیا اس علاج سے مجھکو آرام ہوگیا اور اس کے بعد مجھے اور بیماریاں تو ہوئیں مگر بخار کبھی نہیں ہوا۔

(۷) حاصل یہ کہ اللہ تعالے نے حضور کو اے چادر اوڑھنے والے فرما کر یاد کیا ہے۔ اور اس کے بعد حکم بیان فرمائے ہیں۔ حاصل انکا یہ ہے کہ تعلق دو طرح کے ہیں ایک خالق کے ساتھ دوسرا مخلوق کے ساتھ **اول** تعلق خالق کے ساتھ ہے اس کے بارہ میں عبادت کرنے کا حکم دیا اور اس کے لیے وقت رات کا مقرر فرمایا گیا جوکہ نہ بھوک کی تکلیف کا وقت ہے اور نہ پیٹ کے بوجھل ہونے کا کہ طبیعت بھاری اور سست ہو اور عبادت میں دل نہ لگے بلکہ ایسا وقت مقرر فرمایا جو دونوں تکلیفوں سے خالی ہے اور طبیعت ہلکی ہوتی ہے اور اسمیں فرشتوں کے ساتھ مشابہت بھی ہے کیونکہ انکی بھی یہی شان ہے کہ نہ بھوک لگے نہ کھانے سے بوجھل ہوں اور اسوقت میں یکسوئی بھی ہوتی ہے اور جیسے کہ اس کے لیے ایسا مناسب وقت مقرر کیا اسی طرح اس کے ساتھ اس کا بھی لحاظ رکھا کہ آپ سختی اور دشواری نہ ہو چنانچہ ساری رات عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا کیونکہ اسمیں دشواری تھی بلکہ کچھ حصہ سونے کے لیے بھی رکھا اور چونکہ ہر شخص کی ایک سی حالت نہیں ہوتی اسلیے ایک خاص مقدار مقرر نہیں کی بلکہ آدھی رات یا دو تہائی یا ایک تہائی اِن میں سے جو آسان ہو اسپر عمل کرنیکا اختیار دیا کہ اگر رات کے زیادہ حصہ میں عبادت نہو سکے تو تھوڑا ہی سہی حدیث میں ہے وشئ من اللحیۃ۔ یعنے اور اخیر رات میں سے کچھ وقت عبادت میں خرچ کرے۔ غرضکہ درمیانی طور پر عبادت کرنے کا حکم دیا تاکہ اسپر

ہمیشگی کر سکے کیونکہ جو کام زیادتی کے ساتھ کیا جاتا ہے اسمیں نباہ نہیں ہوسکتا اور جو درمیانی طور پر کیا جاتا ہے اسپر نباہ ہوسکتا ہے اور رات میں جو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے مراد اس سے تہجد ہے پہلے یہ فرض تھا بعد میں فرض تو نہیں رہا لیکن سنت موکدہ باقی رہا۔

تہجد سے محروم رہنے والوں کی غلطیاں

تہجد سے محروم رہنے والوں کو اکثر غلطیاں ہو رہی ہیں۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ تہجد صرف اخیر ہی رات میں ہوتا ہے اور اسوقت اٹھنا دشوار ہے۔ اسلئے انہوں نے اسکو چھوڑ رکھا ہے۔ یاد رکھو کہ اگر اخیر رات میں نہ اٹھ سکے تو اول رات میں بھی وتر سے پہلے تہجد پڑھنا ممکن ہے۔ بعضے یہ سمجھ رہے ہیں کہ تہجد کے بعد سونا نہ چاہیئے اور سونے سے تہجد جاتا رہتا ہے یہ لوگ اس لیے نہیں اٹھتے کہ تہجد پڑھکر جاگنا پڑے گا یہ بھی غلطی ہے تہجد کے بعد سونا بھی جائز ہے غرض کہ خدا کے راستہ پر چلنے والے کیلئے تہجد کا پڑھنا ضروری ہے اور اگر کبھی قضا ہوجائے تو زیادہ غم میں نہ پڑے تہجد کی قضا دن میں کرلے۔

(۸) بعض تجربہ کار بزرگوں کا یہ قول ہے کہ ذاکر شاغل کو خوب گھی دودھ کھانا چاہیئے ورنہ کمزور ہوجائیگا اور کسیوقت بیکار ہوجائے گا خوب کھاؤ پیو اور اس سے کام لو۔ البتہ یہ یاد رہے کہ کھانے پینے میں ایسی زیادتی بھی نہو کہ طبیعت سست ہوجائے یا بیمار ہوجائے اور بیمار ہوکر اور خرابی میں پڑجائے اسی لئے قرآن شریف میں جہاں کھانے پینے کی اجازت دی ہے کہ کھاؤ پیو وہیں یہ بھی فرمادیا ہے کہ حد سے نہ گذرو۔

(۹) یہ بیان تہا رات میں عبادت کرنے کا اب اللہ کی راہ پر چلنے والوں کے لیے دوسرا طریقہ بیان ہوتا ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا یعنے قرآن کو صاف صاف پڑھو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ بیشک رات کے اٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے اسمیں رات کے وقت عبادت کرنے کی مصلحت بیان کی گئی ہے کہ رات کو اٹھنے کے وقت چونکہ شور و غل نہیں ہوتا اور اس وقت کھانے کمانے کا بھی وقت نہیں ہوتا اس لئے دل ایک طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس وجہ سے اس وقت جو کچھ زبان سے پڑھا جاتا ہے دلکو اسکی بہت تاثیر ہوتی ہے اور اس وقت جو کچھ کیا جاتا ہے اس کا اثر خوب ہوتا ہے۔ اب اس کے بعد عبادت اور قرآن کی تلاوت کیلیے رات کا وقت مقرر ہونیکی ایک اور مصلحت بیان فرماتے ہیں

(باقی آئندہ)

روح دہم

اپنی جان کے حقوق ادا کرنا جسکی وجہ یہ ہے کہ ہماری جان بھی اللہ تعالیٰ کی ملک ہے جو ہم کو بطور امانت کے دے رکھی ہے اسلئے اُسکے حکم کے موافق اُس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے اور اسکی حفاظت ایک تو یہ ہے کہ اسکی صحت کی حفاظت کرے دوسرے اسکی قوت کی حفاظت کرے تیسرے اسکی جمعیت کی حفاظت کرے یعنی اپنے اختیار سے ایسا کوئی کام نہ کرے جسمیں جان میں پریشانی پیدا ہو جاوے کیونکہ ان چیزوں میں خلل آجانے سے دین کے کاموں کی ہمت نہیں رہتی نیز دوسرے حاجتمندوں کی خدمت اور امداد نہیں کر سکتا نیز کبھی کبھی ناشکری اور بےصبری سے ایمان کھو بیٹھتا ہے اس بارہ میں چند آیتیں اور حدیثیں لکھی جاتی ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نعمتوں کے شمار میں ارشاد فرمایا جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھکو شفا دیتا ہے (شعراء) **ف** اس سے صحت کا مطلوب ہونا صاف معلوم ہوتا ہے (۲) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور اُن (دشمنوں) کے لیے جسقدر تم سے ہو سکے قوت تیار رکھو (انفال) **ف** اسمیں قوت کی حفاظت کا صاف حکم ہے مسلم میں عقبہ بن عامر کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی تفسیر تیر اندازی کے ساتھ منقول ہے اور اسکو قوت اسلئے فرمایا کہ اس سے دین اور دل میں بھی مضبوطی ہوتی ہے اور اسمیں دوڑنا بھاگنا جو پڑتا ہے تو بدن میں بھی مضبوطی ہوتی ہے اور یہ اس زمانہ کا ہتیار تھا اس زمانہ میں جو ہتیار ہیں وہ تیر کے حکم میں ہیں اور اس مضمون کا بقیہ حدیث نمبر ۱۳ کے ذیل میں آئیگا (۳) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور (مال کو) بموقع مت اڑانا **ف** مال کی تنگی سے جان میں پریشانی ہوتی ہے اس پریشانی سے بچنے کا حکم دیا گیا اور جن امور سے اس سے بھی زیادہ پریشانی ہو جاوے اُن سے بچنے کا تو اور زیادہ حکم ہوگا اس سے جمعیت کا مطلوب ہونا معلوم ہوا آگے حدیثیں ہیں ۱؎ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (شب بیداری اور نفل روزہ میں زیادتی کی ممانعت میں) فرمایا کہ تمھارے بدن کا بھی تمپر حق ہے اور تمھاری آنکھ کا بھی تمپر حق ہے (بخاری و مسلم) **ف** مطلب یہ کہ زیادہ محنت کرنے سے اور زیادہ جاگنے سے صحت خراب ہو جائیگی اور آنکھیں آشوب کر آئیں گی (۲) حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اُن کے بارہ میں کثرت سے لوگ ٹوٹے میں رہتے ہیں (یعنی اُن سے کام نہیں لیتے جس سے دینی نفع ہو) ایک صحت دوسری بےفکری (بخاری) **ف** اس سے صحت اور بےفکری کا ایسی نعمت ہونا معلوم ہوا کہ اُن سے دین میں مدد ملتی ہے اور بےفکری اُسوقت ہوتی ہے کہ کافی مال پاس ہو اور کوئی پریشانی بھی نہ ہو تو اس سے افلاس اور پریشانی سے بچے رہنے کی کوشش کرنیکا مطلوب ہونا بھی معلوم ہوا ۳؎ عمرو بن میمون اودی سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا پانچ چیزوں (کے آنے) سے پہلے غنیمت سمجھو (اور اُن کو دین کے کاموں کا ذریعہ بنالو) جوانی کو بوڑھاپے سے پہلے (غنیمت سمجھو) اور صحت کو بیماری سے پہلے اور مالداری کو افلاس سے پہلے اور بےفکری کو پریشانی سے پہلے اور زندگی کو مرنے سے پہلے (ترمذی)

ف معلوم ہوا کہ جوانی میں جو صحت و قوت ہوتی ہے وہ اور بےفکری اور مالی گنجائش بڑی نعمتیں ہیں (ذ ۲) عبیداللہ ابن محصن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں اس حالت میں صبح کرے کہ اپنی جان میں (پریشانی سے) امن میں ہو اور اپنے بدن میں (بیماری سے) عافیت میں ہو اور اس کے پاس اس دن کے کھانے کو ہو (جس سے بھوکا رہنے کا اندیشہ نہ ہو) تو یوں سمجھو کہ اس کے لیے ساری دنیا سمیٹ کر دیدی گئی (ترمذی)

ف اس سے بھی صحت اور امن و عافیت کا مطلوب ہونا معلوم ہوا (۵) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حلال دنیا کو اس لیے طلب کرے کہ مانگنے سے بچا رہے اور اپنے اہل و عیال کے (ادائے حقوق کیلئے) کمایا کرے اور اپنے پڑوسی پر توجہ رکھے تو اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن ایسی حالت میں ملیگا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند جیسا ہوگا الخ (بیہقی و ابونعیم) **ف** معلوم ہوا کہ کسب مال بقدر ضرورت بچنے کیلئے اور ادائے حقوق کیلئے بڑی فضیلت ہے، اس سے جمعیت کا مطلوب ہونا معلوم ہوا (۶) حضرت ابوذر رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دنیا کی بے رغبتی (جس کا کہ حکم ہے) نہ حلال کو حرام کرنیسے ہے اور نہ مال کے ضائع کرنے سے الخ (ترمذی و ابن ماجہ) **ف** اسمیں صاف برائی ہے مال کے برباد کرنیکی کیونکہ اس سے جمعیت جاتی رہتی ہے (۷) حضرت ابوالدرداء رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا دونوں چیزیں اتاری ہیں اور ہر بیماری کیلئے دوا بھی بنائی سو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا مت کرو (ابوداؤد) **ف** اسمیں صاف حکم ہے تحصیل صحت کا (۸) حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں اسکے پاس (غذا حاصل کرنے) آتی ہیں سو اگر معدہ درست ہوا تو وہ رگیں صحت لیکر جاتی ہیں اور اگر معدہ خراب ہے تو رگیں بیماری لیکر جاتی ہیں (شعب الایمان بیہقی) **ف** اسمیں معدہ کی خاص رعایت کا ارشاد ہے (۹) ام منذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک موقع پر) حضرت علی رضی سے فرمایا یہ (کھجور) مت کھاؤ تم کو نقاہت ہے پھر میں نے چقندر اور جو تیار کیا آپ نے فرمایا اے علی اسمیں سے لو وہ تمہارے موافق ہے (احمد و ترمذی و ابن ماجہ) **ف** اس حدیث سے بدپرہیزی کی ممانعت معلوم ہوئی کہ مضر صحت ہے (۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے اے اللہ میں آپکی پناہ مانگتا ہوں بھوک سے وہ بہت برا ہمخواب ہے الخ (ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ) **ف** مرقاۃ میں طیبی سے پناہ مانگنے کا سبب نقل کیا ہے کہ اس سے قویٰ ضعیف ہوجاتے ہیں اور دماغ پریشان ہوجاتا ہے اھ اس سے صحت و قوت و جمعیت کا مطلوب

۴۲

نا ثابت ہوا کیونکہ زیادہ بھوک سے یہ سب فوت ہوجاتے ہیں اور بھوک کی جو فضیلت آئی ہے وہ ایسی ہی ہے جیسی بیماری کی
فضیلت آئی ہے اس سے بھوک اور بیماری کا مطلوب التحصیل ہونا لازم نہیں آتا (۱۱) عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ تیر اندازی بھی کیا کرو اور سواری بھی کیا کرو الخ (ترمذی ابن ماجہ ابوداؤد دارمی)
ف سواری سیکھنا بھی ایک ورزش ہے جس سے قوت بڑھتی ہے (۱۲) اُن ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے سُنا کہ جس نے تیر اندازی سیکھی پھر چھوڑ دی وہ ہم میں سے نہیں یا یوں فرمایا کہ اس نے نافرمانی کی (مسلم) ف
اس سے کسقدر تاکید معلوم ہوتی ہے قوت کی حفاظت کی اور اسکی قوت ہونیکا بیان آیت ۲ کے ذیل میں گذر چکا ہے
اور ان دو حدیثوں کے اس مضمون کا بقیہ اگلی حدیث کی ذیل میں آتا ہے (۱۳) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوت والا مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کم قوت والے مومن سے بہتر اور زیادہ پیارا ہے اور
سب میں خوبی ہے الخ (مسلم) ف جب قوت اللہ کے نزدیک ایسی پیاری چیز ہے تو اسکو باقی رکھنا اور بڑھانا
اور جو چیزیں قوت کم کرنے والی ہیں ان سے احتیاط رکھنا یہ سب مطلوب ہوگا۔ اسمیں غذا کا بہت کم کر دینا نیند کا بہت کم
کر دینا ہم بستری میں حدِ قوت سے آگے زیادتی کرنا ایسی چیز کھانا جس سے بیماری ہوجاوے یا بدپرہیزی کرنا جس سے بیماری
بڑھ جائے یا جلدی شفا جاوے یہ سب داخل ہوگیا ان سب سے بچنا چاہیئے اسی طرح قوت بڑھانے میں ورزش کرنا دوڑنا پیادہ
چلنے کی عادت کرنا جن اسلحہ کی قانون سے اجازت ہے یا اجازت حاصل ہوسکتی ہے ان کی مشق کرنا یہ سب داخل ہے
مگر حدِ شرع و حدِ قانون سے باہر نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اس سے جمعیت و راحت جو کہ شرعاً مطلوب ہے برباد ہوتی ہے (۱۴) عمرو بن شعیب
اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سوار ایک شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان
ہیں اور تین سوار قافلہ ہے (مالک ترمذی ابوداؤد و نسائی) ف یہ اسوقت تھا جبکہ اکیلے دکیلے کو دشمن کا خطرہ تھا اس سے
ثابت ہے کہ اپنی حفاظت کا سامان ضروری ہے (۱۵) ابو ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ لوگ جب کسی منزل میں اوترتے تو
گھاٹیوں میں اور میدانوں میں متفرق ہوجاتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارا گھاٹیوں اور
میدانوں میں متفرق ہوجانا یہ شیطان کی طرف سے ہے (اسلیئے کہ اگر کسی پر آفت آوے تو دوسروں کو خبر بھی نہ ہو)
اسکے بعد جس منزل پر اوترتے ایک دوسرے سے اسطرح مل جاتے کہ یہ بات کہی جاتی تھی کہ اگر ان سب پر ایک کپڑا بچھا دیا جاوے
تو سب پر آجاوے (ابوداؤد) ف اس سے بھی اپنی احتیاط اور حفاظت کی تاکید ثابت ہوتی ہے (۱۶) ابو السائب
حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک اجازت لینے والے سے)
فرمایا کہ اپنا ہتھیار ساتھ لیلو مجھکو بنی قریظہ سے (جو کہ یہودی اور دشمن تھے) اندیشہ ہے چنانچہ اس شخص نے ہتھیار
لیلیا اور گھر کو چلا لانبی حدیث ہے (مسلم) ف جس موقع پر دشمنوں سے ایسا اندیشہ ہو اپنی حفاظت کیلئے جان
ہتھیار اپنے ساتھ رکھنے کا اس سے ثبوت ہوتا ہے (۱۷) حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہم لوگ بدر کے دن

۴۳

تین تین آدمی ایک ایک اونٹ پر تھے اور ابو لبابہ اور حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک سواری
تھے جب حضور اقدس کے چلنے کی باری آتی تو وہ دونوں عرض کرتے کہ ہم آپ کی طرف سے پیادہ چلیں گے آپ
فرماتے تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو اور میں تم سے زیادہ ثواب سے بے نیاز نہیں ہوں (یعنی پیادہ چلنے میں جو ثواب ہے
اُسکی مجھکو بھی حاجت ہے (شرح سنہ) ف اس سے ثابت ہوا کہ پیادہ چلنے کی بھی عادت رکھے زیادہ آرام طلب نہ ہو
(۱۸) حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمکو زیادہ آرام طلبی سے منع فرماتے
تھے اور ہمکو حکم دیتے تھے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی چلا کریں (ابو داؤد) ف اسمیں بھی وہی بات ہے جو اس
پہلی حدیث میں تھی اور ننگے پاؤں چلنا اس سے زیادہ (۱۹) ابن ابی حدرد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تنگی سے گذر کرو اور موٹا جھوٹا پہنو اور ننگے پاؤں چلا کرو۔ (جمع الفوائد از کبیر و اوسط) ف
اسمیں کئی مصلحتیں ہیں مضبوطی وجفاکشی و آزادی (۲۰) حضرت حذیفہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کو لائق نہیں کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے عرض کیا گیا یا رسول اللہ اس سے کیا مراد ہے
فرمایا نفس کو ذلیل کرنا یہ ہے کہ جس بلا کو سہار نہ سکے اُس کا سامنا کرے (تیسیر از ترمذی) ف وجہ ظاہر ہے
کہ ایسا کرنے سے پریشانی بڑھتی ہے اسمیں تمام وہ کام آگئے جو اپنے قابو کے نہ ہوں بلکہ اگر کسی مخالف
کی طرف سے بھی کوئی شورش ظاہر ہو تو حکام کے ذریعے سے اُسکی مدافعت کرو خواہ وہ خود انتظام کردیں

۴۴

خواہ تمکو انتقام کی اجازت دیدیں اور اگر خود حکام ہی کی طرف سے کوئی ناگوار واقعہ پیش آوے
تو تہذیب سے اپنی تکلیف کی اطلاع کردو اگر پھر بھی حسب مرضی انتظام نہ ہو تو صبر کرو اور عمل سے یا زبان
سے یا قلم سے مقابلہ مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ تمہاری مصیبت دور ہو یہ تین آیتیں
ہیں اور بیس حدیثیں جنمیں بجز دو اخیر کے کہ انکے ساتھ کتاب کا نام لکھا ہے باقی سب مشکوۃ سے
لیگئی ہیں (نوٹ الف) ان آیات واحادیث سے صحت و قوت و جمعیت یعنی امن و عافیت
و راحت کا مطلوب ہونا صاف ظاہر ہے جسکی تقریر جا بجا کردی گئی (نوٹ ب)
جو افعال ان مقاصد مذکورہ میں خلل انداز ہوں اگر وہ مقاصد واجب ہوں اور خلل یقینی اور
شدید ہے تو وہ افعال حرام ہیں ورنہ مکروہ (نوٹ ج) اگر بدون بندہ کے اختیار کے محض
من جانب اللہ ایسے واقعات پیش آجاویں جن سے یہ مقاصد صحت و قوت و طمانینت وغیرہا
برباد ہوجاویں تو پھر ان مصائب پر ثواب ملتا ہے اور مدد غیبی بھی ہوتی ہے پریشانی نہیں
ہوتی اسلئے اُن پر صبر کرے اور خوش رہے۔ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سب کے ساتھ ایسا معاملہ
ہوا ہے جس سے قرآن اور حدیث بھرے ہوئے ہیں۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

پس معلوم ہوا کہ اگر تمہارے لئے یہ بدن نہ بھی ہو تب بھی ایک بدن تمہارے لئے ہے لہذا اگر اس جسم سے جان نکل جاوے تو ہرگز نہ ڈرنا چاہیئے یاد رکھو کہ روح کا یہی کام نہیں کہ وہ تدبیر بدن میں مصروف رہے بلکہ اس کے علاوہ اوسکو اور بھی کام ہیں جنکو وہ اس میں مشغولی کے سبب نہیں کر سکتی۔ پس تم خیال کرو کہ وہ ان کے لیئے کسقدر بیقرار ہوگی۔ دیکھو جانور پنجرہ کے اندر کسقدر بیقرار ہوتا ہے تم اسکو سمجھو اور اسکو اس قید سے رہا کرو۔ تم اسکو لغو نہ سمجھنا۔ ذرا اس پنجرہ سے اسکو نکلنے تو دو پھر دیکھنا کہ وہ اسکی طرف رخ بھی نکرے گی اور اسقدر بلند پروازی کرے گی کہ رفعت ہفت آسمان اس کے آگے ہیچ ہوگی۔ اگر فی الحقیقت تمکو حقیقت کیطرف میلان ہے اور تم سننا چاہتے ہو تو میں تمسے ایک حکایت بیان کرتا ہوں جس سے تمکو معلوم ہو جاوے گا کہ یہ جسم کوئی چیز نہیں اور روح کے لیئے علاوہ ان ہاتھ پاؤں کے اور ہاتھ پاؤں بھی ہیں۔

۱۳۳

بیان میں اسکے کہ تن روح کے لیئے مثل ایک لباس کے ہے اور یہ ظاہری ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین ہے اور یہ ظاہری پاؤں روح کے پاؤں کا موزہ ہے۔

تا بدانی کہ تن آمد چون لبیس | رو بجو لابس لباسے را ملیس

(یعنی تاکہ تم جان لو کہ تن ایک لباس ہے تو جاؤ لابس کو تلاش کرو لباس کو مت چاٹو

مطلب یہ کہ یہ امور جو اکثر پیش آتے ہیں اس لئے ہیں کہ بدن روح کا لباس ہے اور اصل فاعل بدن میں روح ہے تو اگرچہ جسم میں نقصان آجاتا ہے مگر چونکہ روح سالم رہتی ہے اس لئے وہ اپنا کام کرتی رہتی ہے تو اب تمکو چاہیئے کہ روح کے مقتضیات پر عمل کرو اور اقتضائے جسمانی کو ترک کرو۔

روح را توحید اللہ خوشتر است غیر ظاہر دست و پائے دیگر است

یعنی روح کے لئے توحید حق بہتر ہے اور غیر ظاہر کے دست و پا دوسرے ہیں مطلب یہ کہ روح کا مقتضا تو توحید ہے اور قرب حق ہے اوسکو طلب کرو اور اوس کے ہاتھ پاؤں بھی دوسرے ہیں۔ جن سے کہ قرب حق حاصل ہوتا ہے آگے ان دست و پائے روحانی کے سوا ان دست و پا ظاہری کے ہونے کی ایک نظیر لاتے ہیں۔ کہ

دست و پا در خواب بینی ایتلاف آن حقیقت دان مدانش از گزاف

یعنی خواب میں دست و پا اور انس دیکھتے ہو تو اسکو حقیقت جانو اوسکو گزاف مت سمجھو۔ مطلب کہ خواب میں تم اپنی صورت کو خود دیکھتے ہو کہ کہیں جا رہے ہیں تو اوسمیں تم ہاتھ پاؤں بھی دوسرے دیکھتے ہو تو مولانا فرماتے ہیں کہ وہ کوئی اور شے نہیں ہے بلکہ تمھارے ہی ہاتھ پاؤں ہیں۔

آن توئی کہ بے بدن داری بدن پس مترس از جسم جان بیرون شدن

یعنی وہ تو ہی ہے کہ بے بدن ظاہری کے بدن رکھتا ہے پس تم جسم سے جان کے باہر ہو جانے سے ڈرو مت اسلئے کہ

روح دارد بے بدن بس کاروبار مرغ باشد در قفس بس بے قرار

یعنی روح بے بدن کے بھی بہت سے کام کرتی ہے اور مرغ تو قفس میں بے قرار ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ روح کے دست و پا ایسے ہیں کہ جنکو ان دست و پا ظاہری کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ

وہ بے اِن کے بہی بہت سے کام کرتے ہیں اور اسکی مثال جسم کے اندر ایسی ہے کہ جیسے کہ کوئی جانور
قفس میں قید ہو تو وہ ہر گہڑی یہ چاہتا ہے کہ اِس میں سے نکل جاؤں تو جب تمہاری روح
اِس جسم سے الگ ہوکر بہت سے کام کر سکتی ہے تو پہر تم اِس کے جسم سے نکل جانے سے گہبراتے
کیوں ہو اور خائف کیوں ہوتے ہو اگر نکل بہی گئی تو کیا ہے بلکہ جو کام یہ یہاں کرتی ہے
اِس کے بعد جب یہ نکل جاوے گی تو اپنا اصل مقصود اچھی طرح حاصل کرے گی اسی کو فرماتے ہیں کہ

باش تا مرغ از قفس آید برون　　تا ببینی ہفت چرخ او را زبون

یعنی ذرا ٹہیرے رہو تاکہ یہ مرغ قفس سے باہر آجاوے تو اوسوقت تم ہفت چرخ کو اوسکے
آگے حقیر سمجہوگے اسلیئے کہ روح تو مجرد ہے اور افلاک سب مادی ہیں تو اگرچہ علویات
میں سے ہیں مگر پہر بہی روح سے تو بڑھ نہیں سکتے۔ تو جب یہ اس عالمِ ناسوت سے
چہوٹ جاوے گی تو یقیناً آسمانوں وغیرہ سب سے بڑھ جاوے گی۔ اب یہاں یہ بات سمجھ
لینا چاہیئے کہ بزرگوں نے لکہا ہے کہ انسان کی روح دوسری صورت میں متمثل ہو سکتی
ہے۔ اور جسوقت کہ وہ کسی جسم ناسوتی میں متمثل ہوتی ہے اوس وقت اوس کے افعال و
خواص سب ویسے ہی ہوتے ہیں تو بعض مرتبہ تو خود جسکی روح ہے اوسی کی صورت میں
متمثل ہوتی ہے اور بعض مرتبہ اور صورتوں میں بھی متمثل ہوتی ہے اور اِس جسم کو روح
کا جسم مثالی بولتے ہیں اِس جسم پر احکام وغیرہ متوجہ نہیں ہوتے بلکہ احکام کا مکلف
تو یہ جسم ناسوتی ہی ہے جسم مثالی صرف دوسری صورت اوس روح کی ہوتی ہے اور اسکے
قصے سینکڑوں موجود ہیں کہ ایک شخص کئی کئی صورتوں میں ایک وقت میں موجود ہوئے
بعض بزرگ ایک ہی وقت میں اپنے گہر رہے اور اوسی وقت اونکو مکہ میں حج کرتے ہوئے
پایا گیا۔ لیکن اب یہ محققین کا کام ہے کہ جسم ناسوتی اور جسم مثالی کے احکام میں فرق کرے
اِس لیے کہ جس کی روح متمثل ہوئی ہے اوسکو تو خبر ہے کہ وہ جسم مثالی ہے اور یہ جسم ناسوتی
ہے لہذا اوسکو چاہیئے کہ احکام نماز وغیرہ تو جسم ناسوتی پر جاری کرے اور جسم مثالی کو
اوسکی جگہ رکہے۔ حکایت کتابوں میں ہے کہ ایک محقق بزرگ ایک دوسرے بزرگ سے

۱۳۵

ملنے گئے تو یہ زائر تو محقق نہ تھے اور وہ مزدور محقق نہ تھے بلکہ صاحب خوارق تھے اونکو باتیں کرتے دیر ہوگئی اور نماز کا وقت آگیا یہ زائر وضو وغیرہ کئے بیٹھے تھے حتے کہ نماز کھڑی ہوئی تو اون زائر صاحب نے مزدور سے کہا کہ چلئے نماز پڑہئے تو اون مزدور نے کہا کہ سامنے دیکھئے دیکھا تو وہی بزرگ صف میں موجود ہیں مگر چونکہ یہ زائر محقق تھے سمجھے اور بولے کہ جناب وہ آپ کا جسم مثالی ہے اور آپ کا جسم ناسوتی یہ ہے اور نماز جسم ناسوتی پر فرض ہے جسم مثالی پر نہیں ہے لہذا آپ یہ کریں کہ اس جسم ناسوتی کو تو وہاں کھڑا کیجئے اور اوس مثالی کو یہاں بٹھائے چونکہ معاند تو نہ تھے بلکہ غلطی میں تھے اِس لیے فوراً سمجھ گئے اور اونکو دعائیں دیں کہ میں تو ایک مدت سے اس غلطی میں مبتلا تھا خدا تمکو جزائے خیر دے کہ تمنے اِس غلطی سے مجھے نکالا۔ اور اوس کے بعد وضو کر کے نماز میں شریک ہوئے اور ایک بزرگ کا قصہ بندہ نے پہلے ہی لکھا ہے کہ اون کو ایک مرتبہ محتسب گرفتار کرنے گیا تو سامنے سے دیکھا کہ وہی صورتیں ستر آرہی ہیں اور انہوں نے کہا کہ میاں محتسب ان میں سے پہچان لو کہ تمہارا مجرم کون ہے تو یہ اونکی روح ہی تھی۔ جو کہ ستر شکلوں میں متمثل ہوگئی تھی۔ تو ایسے بہت سے قصے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ روح بھی دوسرے جسم میں متمثل ہوسکتی ہے اور اوسوقت وہ سارے کام ناسوتی جیسے ہی کرے گی تو دیکھو معلوم ہوا کہ روح کے لیے سوا ان ہاتھ پاؤں کے اور قوی بھی ہیں خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں۔

۱۳۶

یک حکایت گویمت گر بشنوی — در حقیقت بر حقیقت بگروی

یعنی میں تم سے ایک حکایت کہوں اگر تم سنو تو حقیقت میں حقیقت پر پہونچ جاؤ گے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک بزرگ کے دہوکہ سے چوروں کے ساتھ ہاتھ کٹ گیا تھا تو ایک مرتبہ اونکو خلوت میں ایک شخص نے دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے زنبیل بُن رہے ہیں تو اوسکو تعجب ہوا تو بات یہ تھی کہ اون کا وہ ہاتھ تو کٹ گیا تہا مگر بوقت ضرورت حق تعالےٰ اون کے لئے دوسرا ہاتھ روحانی متمثل فرما دیتے تھے کہ وہ مثل ناسوتی کے کام دیتا تہا۔ آگے حکایت سنو۔

شرح حبیبی

بود درویشے بکہسارے مقیم — خلوت او را بود ہمخواب و ندیم

چون ز خالق میرسید او را شمول — بود از انفاس مرد و زن ملول

ہمچنانکہ سہل شد ما را حضر — سہل شد ہم قوم دیگر را سفر

آنچنانکہ عاشقی بر سروری — عاشق ست آن خواجہ بر آہنگری

ہر کسے را بہر کارے ساختند — میل آنرا در دلش انداختند

دست و پا بے میل جنبان کے شود — خار و خس بے آب و بادے کے رود

گر بہ بینی میل خود سوئے سما — پر دولت بر کشا ہمچون ہما

ور بہ بینی میل خود سوئے زمین — نوحہ میکن ہیچ منشین از حنین

عاقلان خود نوحہا پیشین کنند — جاہلان آخر بسر بر میزنند

ز ابتدائے کار آخر را بہ بین — تا نباشی تو پشیمان یوم دین

۱۳۷

آن یکی آمد بہ پیش زرگری — کہ ترازو دہ کہ برسنجم زری

گفت رو خواجہ مرا غربال نیست — گفت میزان دہ برین تسخر مایست

گفت جاروبی ندارم در دکان — گفت بس بس این مضاحک را بمان

من ترازوئی کہ میخواہم بدہ — خویشتن را کر مکن ہر سو مجہ

گفت بشنیدم سخن کر نیستم — تا نہ پنداری کہ بی معنیستم

این شنیدم لیک پیری مرتعش — دست لرزان جسم تو نا منتعش

۱۳۸

فہم کردم لیک پیری ناتوان — دستت از ضعف است لرزان ہر زمان

وان زر تو ہم قراضہ خورد و مرد — دست لرزد پس بریزد زر خرد

پس بگوئے خواجہ جاروبی بیار — تا بجویم زر خود را از غبار

چون بروبی خاک را جمع آوری — گوئیم غربال خواہم ای جری

تا بہ بیزم خاک و زرجویم ازان — کے بود غربال ما را در دکان

من ز اول دیدم آخر را تمام — جائے دیگر رو ازینجا والسلام

هرکه اول بین بود اعمی بود — هرکه آخر بین چه با معنی بود

هرکه اول بنگرد پایان کار — اندر آخر او نگردد شرمسار

حکم چون بر عاقبت اندیشی است — بادشاہی بندہ درویشی است

عاقبت بینان بوند اہلِ رشاد — گا درنگر واللہ اعلم بالسّداد

این سخن پایان ندارد باز گوی — قصۂ آن مردِ زاہد باز گوی

کن تمام اکنون حدیث شیخ فرد — کاندران کہسار بودش خواب و خورد

۱۳۹

ایک فقیر پہاڑوں میں رہتے تھے۔ خلوت ہی اونکی بیوی تہی۔ اور وہی اونکی جلیس تہی۔ غرضکہ خلوت کے سوا کچھہ نہ تہا۔ چونکہ حق سبحانہٗ اُنکو اپنی آغوش رحمت میں لیے ہُوئے تھے۔ اسلئے آدمیوں سے گہبراتے تھے۔ تمکو یہ امر بہت دشوار معلوم ہوگا۔ لیکن حالات مختلف ہیں اور ہرایک کیلیے ایک خاص حالت آسان ہے۔ مثلاً تم کو اگر وطن میں رہنا آسان ہے تو کچھہ لوگ ایسے بھی ہیں جن کا گہر رہنے سے جی گہبراتا ہے اون کے لیے سفر آسان ہے نیز جسطرح تم سرداری پر عاشق ہو وہ سرا آہنگری پر عاشق ہے۔ غرضکہ ہرایک کو ایک خاص کام کے لیئے بنایا گیا ہے اور اوس کے لئے اسیکو آسان کردیا گیا ہے۔ اور اُسیکی رغبت اوس کے جی میں ڈالدیگئی ہے اور رغبت ہی کا سارا کھیل ہے۔ چنانچہ بدون رغبت کے ہاتہہ پاؤں کو حرکت ہی نہیں ہوسکتی۔ اِس لیئے اونکی مثال ایسی ہے جیسے خس و خاشاک اور رغبت کی مثال ایسی ہے جیسے پانی یا ہوا۔ پس جسطرح خس و خاشاک کو بدون پانی یا ہوا کے حرکت نہیں ہوسکتی۔ یوں ہی ہاتہہ پاؤنکو بدون رغبت کے جنبش نہیں ہوتی۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ رغبتیں مختلف ہیں۔

کبھی تقرب حق سبحانہ کی رغبت ہوتی ہے اور کبھی اشتغال بعالم ناسوت کی۔ اب اگر تم اپنے اندر
تقرب حق کی رغبت پاؤ تو عین سعادت ہے۔ خوب دولت سعادت سے مالامال ہو۔ اور اگر
ناسوت اور شہوات کی طرف میلان ہو تو خوب رؤو اور رونے سے دم نہ لو۔ اور حق سبحانہ سے
بگریہ وزاری تبدیل رغبت کی دعا کرو۔ کیونکہ رونا تو ایسے شخص کے لیئے ضرور ہے۔ خواہ
میں رولے یا آخرت میں روئے۔ عقلمندوں کا یہ کام ہے کہ پہلے ہی رو لیتے ہیں اور نادان
لوگ آخر میں روئیں گے اور سر پیٹیں گے جبکہ تلافی کا وقت نہ رہے گا۔ پس ابتدا ہی میں
انتہا پر نظر ڈال لو تاکہ آخرت میں پشیمانی نہ ہو اب ہم پیش بینی کا ایک قصہ سناتے ہیں ایک شخص
ایک سنار کے پاس آیا اور یہ کہا کہ ذرا مجھے ترازو دیدے۔ میں سونا تو لونگا اوس نے کہا
جناب میرے پاس چھلنی نہیں ہے اوس نے کہا ہل مذاق میں بات کو کیوں اڑاتے ہو
ترازو دیدو اسپر اوس نے کہا کہ میری دوکان پر جھاڑو نہیں ہے اوس نے کہا بسکرا اوران ڈل لگیوں
کو رہنے دے میں ترازو مانگتا ہوں مجھے ترازو دیدے اور اپنے کو بہرہ نہ بنا اور ادہر
اودہر مت اوچھل۔ اوس نے کہا کہ میں بہرا نہیں ہوں میں نے آپ کی بات سُن لی آپ
مجھے لغو آدمی نہ خیال کریں۔ میں نے آپ کی بات تو سُن لی اور سمجھ بھی لی۔ لیکن آپ بڈھے
آدمی ہیں بدن میں آپ کے رعشہ ہے۔ ہاتھ آپ کے کانپتے ہیں جسم میں کمزوری ہے
سونا براوہ شدہ ہے آپ کا ہاتھ کانپے گا اور وہ براوہ گر پڑے گا۔ پھر آپ کہیں گے کہ جناب
ذرا جھاڑو دیدیجیے کہ میں مٹی میں سے اپنا سونا نکال لوں اس کے بعد آپ جھاڑو دیں گے
اور مٹی کو جمع کریں گے۔ پھر کہیں گے کہ مجھے چھلنی کی ضرورت ہے ذرا چھلنی بھی دیدیجیے
اور میری دوکان میں چھلنی ہے نہیں۔ لہذا میں نے آغاز ہی سے انجام کو دیکھ لیا
آپ کہیں اور تشریف لیجائیے والسلام۔

پس سمجھو کہ جو شخص صرف آغاز کو دیکھتا ہے وہ اندھا ہے اور جو آخر کو دیکھے۔ وہ
نہایت خوبی کا آدمی ہے اور جو شخص ابتدا ہی میں انتہا کو دیکھ لے وہ انتہا میں شرمندہ
نہ ہوگا۔ جبکہ محمودیت اور مذمومیت کا حکم عاقبت اندیشی پر مبنی ٹھیرا تو ثابت ہوا کہ بادشاہت
درویشی کی لونڈی ہے کیونکہ بادشاہت میں آغاز بینی ہے اور درویشی میں انجام بینی۔

۱۴۰

(باقی آئندہ)

وارحنا بها وظاهر لفظ الجماعة ان المراد بها الاقامة وان كانت اقامة الصلوٰة اعم من ان يكون اذانا اواقامة اه ملخصا وايضا فيه قال صاحب القوت يقال ارحنا بالشئ اى ارحنا به وارحنا منه اے اسقطه عنا وخفف عنا يقول اشرف على مرشئ من تحقيقهما فى الشطر الاول الحديث الاول فى كتاب كسر الشهوتين والحديث الثانى فى كتاب الصلوٰة فلا حاجة لم انقل تحقيقهما ثانيا عن الرسالة

قوله حديث

اغتنموا الخ يقاربه ماروى ابونعيم فى الحلية عن معاذ مرفوعا بسند ضعيف قلوب ابن آدم تلين

اور اس کے ذریعہ سے ہمکو راحت دو اور اس لفظ (اقامت) کا جسکو اس جماعت نے نقل کیا ہے ظاہر مفہوم یہ ہے کہ مراد اس سے اقامت ہو اگرچہ اقامت صلوۃ اذان۔ اور اقامت دونوں کو عام ہے اھ اور اوسی شرح احیا میں یہ بھی ہے کہ صاحب قوت نے کہا ہے کہ ارحنا کا استعمال جب با کے ساتھ ہو۔ (جیسا اس حدیث میں ہے (ارحنا بها) تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس شے کے ذریعہ سے راحت دینا اور جب من کے ساتھ ہو تو اوس کے معنی ہوتے ہیں اس شی کا بوجھ اتار دینا اھ اشرف کہتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کی کچھ تحقیق شطر اول میں گذر چکی ہے حدیث اول کی تو کتاب کسر الشہوتین میں اور حدیث ثانی کی کتاب الصلوۃ میں۔

قول مثنوی اغتنموا الخ اس کے قریب قریب وہ روایت ہے جسکو ابونعیم نے حلیہ میں حضرت معاذؓ سے مرفوعاً بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ بنی آدم کے قلوب جاڑوں میں نرم ہوجاتے ہیں اور یہ اسوجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو گارے سے

۲۹

فی الشتاء وذلک ان اللہ
تعالیٰ خلق آدم
من طین والطین
یلین فی الشتاء
وروی الامام احمد فی
مسندہ بسند حسن و ابو یعلیٰ
عن ابی سعید مرفوعًا
الشتاء ربیع المؤمن اھ
قولہ استن حنانہ الخ فی القصۃ
اجزاء توخذ من مجموع
ہذہ الروایات **الاولیٰ**
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
والذی نفسی بیدہ لو لم التزمہ
ما زال ھکذا حتی تقوم الساعۃ
حزنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم رواہ الامام ابو بکر
محمد بن اسحٰق بن خزیمۃ و
الترمذی ایضًا **الثانیۃ** فی
روایۃ الترمذی فما ھو الا
ان قعد علیہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فسکنت فقدت الخشبۃ الخ

۳۰

پیدا کیا اور گارا جاڑوں میں نرم ہو جاتا ہے
اور امام احمد نے اپنی مسند میں بسند حسن اور
ابو یعلیٰ نے ابو سعید سے مرفوعًا روایت کیا
ہے کہ جاڑا مومن کے لیئے ربیع ہے ف
دوسری روایت مشہر ہے کہ مقصود مح
اس برودگی ہے جو مشابہ ربیع کے ہو اور برو
خریف اس کے مشابہ نہیں پس اس کے
لیے حکم متقابل ہوگا واللہ اعلم۔
قول مثنوی۔ استن حنانہ الخ اس قصہ
میں کئی جزو ہیں جو روایات ذیل کے مجموعہ
سے اخذ کیئے جا سکتے ہیں۔
پہلی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
یہ ارشاد قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں
میری جان ہے اگر میں اسکو اپنے سے
چمٹا نہ لیتا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے غم (فراق) میں اسی حالت (گریہ وبکا)
میں رہتا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جاتی
روایت کیا اسکو امام ابو بکر محمد بن اسحٰق
ابن خزیمہ نے اور ترمذی نے بھی
دوسری روایت ترمذی کی روایت
میں ہے بس اتنی ہی بات ہوئی کہ اس

الثالثة فی البخاری فکان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اذا
خطب یقوم الی جذع
منھا فلما صنع لہ المنبر
فکان علیہ فسمعت لذلک
صوتا الخ الرابعة فی بعض
الروایات المروی عن سعد
اقبل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم حتی جلس علی
المنبر فلما فقدہ الجذع حن حنینا
افزع الناس الخ الخامسة
فی روایة ابی القاسم البغوی
فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان تشا
اغرسک فی الجنة فیاکل
منک الصالحون وان تشا
نعیدک رطبا کما کنت
فاختار الآخرة علی الدنیا
السادسة وقد ورد
فی روایة محمد
ابن سعد فخار الجذع
حتی تصدع وانشق

(منبر) پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے
اور کلام فرمایا اور اس ستون نے آپکو
(اپنے پاس) نہ پایا (بس اس میں سے رونیکی
آواز شروع ہوگئی) تیسری روایت
بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
معمول تھا کہ جب خطبہ پڑھتے تھے تو کھجور
کے ایک تنہ سے لگ کر کھڑے ہوتے
تھے جب آپکے لیے منبر بنایا گیا آپ اسپر
تشریف فرما ہوئے تو (راوی کہتے ہیں کہ)
میں نے اس تنہ کی آواز (گریہ کی) سنی
چوتھی روایت حضرت سعد کی بعض
روایات میں ہے کہ رسول للہ صلی علیہ وسلم
تشریف لائے یہانتک کہ منبر پر بیٹھ گئے
پس جب آپ کو اس تنہ نے نہ پایا تو ایسی
دردناک آواز سے رویا کہ لوگونکو پریشان کردیا
پانچویں روایت ابو القاسم بغوی کی روایت
میں ہے کہ اس (ستون) سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے
تو تجکو جنت میں لگوادوں سو نیک لوگ
تیرا پھل کھایا کریں اور اگر تو چاہے
تو ہم پھر تجکو ہرا بھرا کردیں جیسا تو پہلے تھا

۳۱

فنزل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فمسحہ
بیدہ حتے سکن وکان
اذا صلی صلی الی
ذلک الجذع السابعة
اخرج الامام احمد فی
مسندہ عن انس قال
کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا خطب
یوم الجمعة یسند ظہرہ
الی خشبة فلما کثروا
قال ابنوا منبرا فبنوا لہ
فتحول من الخشبة الی
المنبرہ الثامنة
وفی الدارمی من حدیث
بریدة فاصغی لہ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم
یسمع ما یقول فقال بل
تغرسنی فی الجنة
والروایات کلہا
من شرح الاحیاء

۳۲

اوسنے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔
چھٹی روایت۔ محمد بن سعد کی روایت
میں وارد ہے کہ وہ ستون ایسا چلّایا کہ
پھٹ گیا اور شق ہوگیا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم (منبر سے) اوترے اور اوسپر اپنا
دست مبارک پھیرا یہاں تک کہ (رونے
سے) تھم گیا اور آپ جب نماز پڑھتے
تھے تو اوس ستون کی طرف پڑھتے تھے
(یعنی اسکو سترہ بنلتے تھے) ساتویں روایت
امام احمد نے اپنے مسند میں حضرت انس رض
سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے
تھے تو اپنی کمر ایک لکڑی سے لگا لیتے تھے
جب لوگ زیادہ ہوگئے آپ نے فرمایا
کہ ایک منبر بناؤ (تاکہ اونچے کھڑے
ہونیسے آواز دور تک پہونچ سکے) لوگوں
نے آپ کے لیے منبر بنایا الخ آٹھویں روایت
اور دارمی میں بریدہ کی روایت سے ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی طرف کان لگایا
اسکی بات سننا چاہتے تھے اوس نے عرض
کیا کہ نہیں آپ مجھکو جنت میں لگا دیجئے اور کل روایات شرح
احیاء میں ہیں

(باقی آئندہ)

(۵۹) آجکل جو مدارس میں مدرسین اور طالبین کی طرف سے کوتاہیاں ہوتی ہیں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تو ایک مولوی صاحب کی بات بہت پسند آئی وہ دہلی میں رہتے تھے اب انتقال ہوگیا جب سلم پڑھانے بیٹھے تو اپنے شاگردوں سے کہا کہ تحقیق کے ساتھ پڑھاؤں یا نفس کتاب پر اکتفا کروں شاگردوں نے کہا صاحب تحقیق کے ساتھ پڑھائیے۔ چونکہ سلم کی بہت سی شروح موجود ہیں انہوں نے دیکھ بھال کے خوب ہانکی۔ طالب علم بہت خوش ہوئے۔ دوسرے روز کہا کہ اب بھی تحقیق کے ساتھ پڑھاؤں یا سرسری۔ طالب علموں نے کہا کہ صاحب تحقیق سے ہی پڑھائیے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ذرا کل کی تحقیق سناؤ کیا یاد کی ہے۔ اب سب منہ تو سے بیٹھے دیکھ رہے ہیں کسی کو کچھ بھی یاد نہیں نکلا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ جب یاد نہیں کرتے تو بیر امغز کھانے سے کیا فائدہ ہوا بولو اب کیسے پڑھاؤں سب نے کہا نفس مطلب ہی کافی ہے۔ پھر مولوی صاحب نے کہا کہ بھائی ہمنے بھی استادوں سے یوں ہی کتابیں سمجھکر پڑھی تھیں۔ یہ تقریریں جو تمھارے سامنے کی تھیں یہ خود کتابیں دیکھ کر سمجھ میں آگئیں۔ تم بھی ایسے ہی کتابیں پوری کر لو۔ انشاءاللہ سب کچھ ہو جاوگے حضرت نے فرمایا واقعی انہوں نے بہت ہی خیر خواہی کی۔ جو استادوں کو کرنی چاہیئے۔ آجکل تو اپنا رنگ جمانیکو اور تقریر صاف کرنیکو یونہی الٹپ ہانکتے رہتے ہیں۔ چاہے کوئی سمجھے یا نہ سمجھے یہانتک کہ اگر طالبعلم کوئی صحیح بھی سمجھ جاتا ہے اور اپنی زبان سے اسکے خلاف نکل گیا تو پھر بیچ پھر نیکے لیے اسکو ہانکے جاتے ہیں یہ بات تو میں نے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں دیکھی اور آجتک کسی میں نہ دیکھی کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی فوراً اپنے ماتحت مدرسوں کے پاس چلے گئے اور مجمع میں جا کر کہدیا کہ مولانا میں اس کا مطلب نہیں سمجھا ہوں مجھے سمجھا دیجئے اور جب وہاں سے آئے صاف طالب علموں سے کہدیا کہ مولوی صاحب نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے اور پھر پڑھانے لگے یہاں تک کہ اگر کوئی طالب علم بھی صحیح مطلب بیان کر دیتا تھا تو فوراً مان لیتے تھے اور فرماتے کہ بھائی تم ٹھیک کہتے ہو میں غلط سمجھا تھا اور کبھی کئی بار فرماتے پھر ایک حالت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ اس شخص کا دل اللہ تعالیٰ نے بے روگ بنا لیا تھا۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ یہی حالت حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی اپنے خدام سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے تم لوگ عالم ہو دیکھو اگر میں اپنی تحقیقات میں کوئی غلطی کروں

۲۱

تو مجھے بتا دینا۔ ورنہ میں خدا کے سامنے کہدوں گا کہ میں اِن لوگوں سے دریافت کرتا
تھا۔ انہوں نے نہیں بتایا۔ یہاں تک حضرت کی حالت تھی کہ اپنے واردات کو بھی خدام
کے سامنے ظاہر فرمادیا کرتے تھے۔ کہ بھائی یہ میرا وارد ہے کتابوں میں دیکھ لو شریعت کے
خلاف تو نہیں ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ جب میں کانپور میں پڑھاتا تھا اور طالبعلموں کو کتاب
شبہے ہوتے اور مجھ سے اُلجھتے تو میں تو صاف کہدیا کرتا تھا کہ میں ناقل ہوں۔ اور ناقل بھی
ایسا کہ تصحیح کتاب کا ذمہ دار نہیں۔ یہ بتلاؤ جو کتاب میں لکھا ہے۔ اس کا وہ مطلب ہے
یا نہیں جو مینے بیان کیا ہے۔ طالب علم کہتے کہ صاحب جو کتاب میں لکھا ہے اس کا مطلب
تو وہی ہے جو آپنے بیان کیا ہے فرمایا کہ میں اُن سے کہتا کہ بس آگے چلو میں نے کتاب کے
حل کرنے کا اہتمام کیا ہے سو کتاب حل ہو گئی۔ اب کتاب میں غلطی یا مصنف کی لغزش
یہ سب ممکن ہے۔ اس کا نہ میں ذمہ دار نہ تم ذمہ دار۔ تم بھی سوچو میں بھی سوچوں سبق کو
کیوں غارت کرتے ہو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میرا یہہ بھی معمول تھا کہ جس بات میں شرح صدر
نہ ہوا فوراً کہدیا کہ یہاں پر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ تم بھی غور کرو میں بھی غور کروں گا۔

(۶۰) فرمایا کہ اب تو وظیفوں کا نام بزرگی ہے اور اخلاق کی درستی کوئی چیز ہی نہیں رہی

(۶۱) فرمایا کہ میری بدخلقی اِن لوگوں کے ساتھ ہے جو لوگ مجھسے تربیت کا تعلق رکھتے ہیں۔ اگر کوئی اس تعلق کو نہ رکھے تو پھر دیکھے میرے خلق کو۔

(۶۲) فرمایا ایک شخص رنگون سے یہاں آئے تھے اور وہ کچھ ہدایا بھی لائے تھے۔
مینے ناشناسائی کے سبب اپنی عادت کے موافق رد کر دیا اور اصرار کرنے پر کچھ تھوڑا سا
لے بھی لیا۔ اسپر وہ بہت ہی رنجیدہ ہوئے اور اپنے ایک ساتھی سے اظہار ملال کیا
وہ صاحب چونکہ بہت ہی دانشمند اور ہوشیار آدمی ہیں انہوں نے کہا حاجی صاحب آپ
خدا کا شکر کیجئے آج آپ کو ایک ایسا شخص ملا ہے کہ اُس نے آپکی بات بھی نہیں پوچھی
ورنہ جس جگہ آپ گئے سب جگہ آپ کی تعظیم تکریم کی گئی اور فرمایا یہ مینے اسپر کہا کہ
وہ طالب ہی نہیں جو طالب تکریم ہو۔ اور فرمایا کہ حضرت تکریم کرانا۔ یا کرنا
یہ خود اجنبیت کی دلیل ہے ۔

۲۲

(۶۳) جب عصر کی اذان ہوئی تو فرمایا کہ اور مذہب والوں کے یہاں تو عبادت کے وقت گھنٹہ بجتا ہے اور یہاں ابتدائی میں ایسے الفاظ ہوتے ہیں جن سے خدا کی عظمت اور شان اور عبادت کی ترغیب ظاہر ہوتی ہے۔

(۶۴) بعد ظہر کے فرمایا کہ حافظ صاحب نے وعظ کے لیے کہا تھا اور میں نے وعدہ بھی کر لیا تھا گو دل نہیں چاہتا تھا وہ اب تک بھی بلانے نہیں آئے۔ خدا جانے بھول گئے یا اور کوئی وجہ ہوئی۔ معلوم کرانے کے لیئے ایک صاحب کو بھیجا۔ احقر نے عرض کیا کہ مولوی ظفر احمد صاحب سے وعظ لکھنے کے لیئے عرض کر دوں تو اسپر فرمایا کہ جواب آجانے دیجئے۔ ممکن ہے اُن کی رائے بدلجاوے۔ جن صاحب کو جواب لینے بھیجا تھا اُن صاحب نے آکر کہا اُن مولوی صاحب نے یوں کہا ہے کہ تشریف لے آیئے۔ اسپر ان صاحب سے دریافت کیا کہ تم نے یہ بھی دریافت کیا کہ انہوں نے خود کیوں نہیں بلایا اسپر ان صاحب نے کہا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں اسپر حضرت والا نے غصہ ہو کر فرمایا کہ یہ مہمل جواب ہے تمہیں معلوم کرنا تھا کہ آپ خود بُلانے کیوں نہیں گئے پھر وہ صاحب معلوم کر کے آئے اور کہا کہ عورتیں نماز پڑھ رہی تھیں بجامع۔ غرض یہ ہے کہ مجہول بات سے حضرت والا کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ جو بات ہو صاف صاف ہو ✢

(۶۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں فرمایا کہ مسئلہ فلاں مولوی صاحب سے دریافت کرو مجھے مسئلے یاد نہیں ہیں مجھ سے تو دوسری قسم کے مسئلے دریافت کرو۔ اِن مسائل کے بتلانے والے اور بہت ہیں اور ذرا دیر کے بعد فرمایا کہ یہ بات بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہے۔ مگر میں نے ایک تجربہ کے بعد یہ دستور العمل مقرر کیا ہے۔ بالخصوص ایک خاص شخص کی حالت سے مجھے خوب معلوم ہو گیا۔ ہے وہ ہمیشہ مسائل فقہی پوچھا کرتے تھے جب میں نے دیکھا یہ تو اسی میں رہے جاتے ہیں اون صاحب نے منتہائے ترقی اسیکو سمجھ رکھا تھا تب میں نے اونکو سختی کے ساتھ منع کر دیا پھر ایک ہفتہ کے بعد ابواب باطن کھُل گئے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ خدا نکرے کہ اگر ان مسائل کے بتلانے والے نہ رہیں پھر تو میں اس سارے کارخانہ کو آگ لگا کر

۲۲۳

یہی کام کروں اور یہ بھی بات ہے کہ ایک شخص سے دو کام ایک وقت میں نہیں ہوسکتے مثلاً جو شخص تنور میں روٹیاں لگا رہا ہو اگر وہ گوشت کا دیگچہ بھی چڑھاوے تو دونوں میں سے ایک کام خراب ہو جاوے گا۔

(۶۶) فرمایا دیکھئے بعض جزئیات ایسی ہوتی ہیں کہ بدون موقع اور محل کے دیکھنے کے قبل بہت معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر جب آدمی پر گذرتی ہے اور اُس کا موقع آتا ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات کسقدر وسیع اور قابل اہتمام تھی جس کو معمولی سمجھا جاتا تھا بات یہ ہے ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

مجھے چونکہ کام پڑتا رہتا ہے اور بعض معمولی معمولی باتوں سے سخت اذیت اور تکلیف پہونچتی ہے اس لیے اہتمام کرتا ہوں لوگ مجھے وہمی اور بداخلاق کہتے ہیں۔ ایک صاحب نے لکھنؤ سے ڈیڑھ صد روپیہ کا منی آرڈر بھیجا اور لکھا کہ ۵۰ روپیہ مدرسہ امدادیہ کے لئے اور یکصد روپیہ مدرسہ دیوبند کے لیئے ہیں اب دیکھئے یہ ایک معمولی سی بات ہے کہ یہاں سے سو روپیہ کا منی آرڈر دیوبند کو کردوں مگر مجھے جو باتیں پیش آئی ہیں وہ سنیئے کل تو تعطیل تھی میں نے اپنے پاس اس روپیہ کو امانت رکھا اور مجھے کیسی امانت رکھنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے اور آج میں صبح کے وقت لوہاری چلا گیا وہاں سے قریب بارہ کے یہاں واپس آیا تھوڑی سی دیر کو گھر چلا گیا وہاں سے یہاں آیا قیلولہ کی کچھ عادت ہے لیٹا تو فوراً ہی یہ خیال ہوا کہ اس روپیہ کو روانہ کرنا چاہیئے لفافہ لکھ کر بمیہ طیار کیا مشکل سے اوسکو سیا۔ کیونکہ لفافہ موٹا اور پھر اوس میں نوٹ نیز مجھے ان کاموں کی کرنے کی بھی عادت نہیں۔ روپیوں کے نوٹ تلاش کرائے وہ مشکل سے ملے جب بنا بنوکر اُسے طیار کیا تو اب لاکھ نہیں۔ پھر کس چیز سے لگاؤں۔ مگر میرے پاس بعض رجسٹریاں آجاتی ہیں اوس کی لاکھ چھوڑا کر رکھ لیتا ہوں اوسے اوٹھا کر گھر لے گیا۔ گھر میں اوسے پگھلا کر بتی بنادی (خدا اونکا بھلا کرے) مگر چونکہ وہ لاکھ استعمالی تھا۔ یا میں ناواقف تھا اس لئے مہر بہت ہی بُری آئی۔ اچھا آدمی کو ڈاک خانہ

۲۴

لیکر بھیجا اپنی نیند خراب کی اونکو پریشان کیا جب وہاں لیکر گئے تو ڈاک منشی نے بہت سے عیوب نکالکر واپس کردیا پھر نیا لفافہ منگایا اور اوسکو تیار کیا پھر اُن بیچاروں کو بھیجا اب وہ روانہ کرکے آئے ہیں غرض یہ ہے کہ اپنا سارا کام چھوڑا۔ سخت پریشان ہوا سو نا گیا جب اون کی چاندی پہونچی ہے۔ صرف یہ اظہار کرنے کے لئے کہ ہم جیسے تمہارے معتقد ہیں ایسے ہی تمہارے مجمع کے بھی معتقد ہیں تمہارے مدرسہ کی بھی خدمت کرتے ہیں اون کے مدرسہ کی بھی خدمت کرتے ہیں مجھے پریشان کر ڈالا کیا اُن سے یہہ خود نہیں ہو سکتا تھا کہ دیوبند کو علیحدہ منی آرڈر کر دیتے اون کے پاس تو ملازمین وغیرہ موجود ہیں۔ صرف اونکو زبان سے کہنا تھا۔ میرے پاس تو کوئی ملازم بھی نہیں طلبا، کا احسان اُٹھایا۔ غرض اب خدا خدا کرکے اوس سے سبکدوش ہوا ہوں تین یوم برابر پریشان ہوا۔ اسپر لوگ مجھے وہمی کہتے ہیں یہہ اچھا وہم ہے کہ ہمیشہ مطابق واقعہ کے ہوتا رہتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ مینے احتیاطاً ایک ٹکٹ زائد دیدیا تھا بھیجانے والے تو کافی بتلاتے تھے وہاں جاکر اوس نے وزن کیا تو معلوم ہوا کہ ایک ٹکٹ اور لگایا جاویگا۔ یہ ساری خرابی اسکی ہے کہ لوگوں نے طریق کو چھوڑ رکھا ہے اور قوتِ فکریہ سے کام لینا چھوڑ دیا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت لوگ سوچتے تو بہت ہیں مگر پھر بھی کوتاہی ہو جاتی ہے حضرت والا نے بطور ظرافت ہنسکر فرمایا کہ میں بھی جانتا ہوں سوچ ہی کر تو بھیجا ہے ہیں تو خود اس کا قائل ہوں اور اسی وجہ سے مجھے تکلیف بھی زیادہ ہوئی کہ انہوں نے اپنا نفع تو سوچا اور یہہ نہ سوچا کہ میرے اوپر کیا گذریگی۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ وہ بیچارے اچھے آدمی ہیں۔ اور باوجودیکہ ایک دوسرے صاحب کے معتقد ہیں پھر بھی ہمارا خیال رکھتے ہیں اور فرمایا خوش اون ہی سے نہیں ہیں بنا ہتے ہیں۔ چونکہ ہر وقت وہاں رہنا سہنا ہوتا ہے جس مجمع میں رہتے ہیں وہ سارا مجمع اونہیں دوسرے صاحب کا ہے اور وہ چونکہ خلوت نشین ہیں اس لیے لوگونکو اونکی طرف کشش ہے اور یہ بھی فرمایا خلوت عجیب چیز ہے جب لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے ملنا چھوڑ دیا ہے تو مخلوق کی رجوعات ہونے لگتی ہے انسان کا قاعدہ ہے کہ کسی چیز سے روکا جاتا ہے اوسیکی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ملنے کو تو خلوت نشین کا

۲۵

بھی دل چاہتا ہے چونکہ انسان مدنی الطبع ہے مگر اپنے اوپر جبر کر کے رو کے رہتا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ بعضے بظاہر خلوت میں ہیں دل اونکا جلوت میں ہے۔ اور بعضے بظاہر جلوت میں ہیں اور بباطن خلوت میں ہیں اسپر فرمایا کہ وہ ہی بات ہے جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہند میں رہ کر آرزوے مکہ بہتر ہے۔ اس سے کہ مکہ میں ہو اور ہندوستان میں دل ہو اسپر ایک بزرگ کی حکایت فرمائی کہ جب اون کا انتقال ہوا کسی شخص نے خواب میں دیکھا حال دریافت کیا فرمایا کہ الحمد للہ نجات بھی ہوگئی اور مقامات بھی عطا ہوئے مگر جیسے فلاں شخص جو غریب میرے محلہ میں رہتا تھا اور ہمیشہ آرزو کیا کرتا تھا کہ اے الہ العالمین اگر مجھے فراغت نصیب ہو تو میں بھی تیری عبادت کروں جو مرتبہ اوسکو نصیب ہوا ہے وہ مجھے نصیب نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ خلوت بھی وہ ہی محمود ہے جو دل سے ہو گو چاہے جسد جلوت ہی میں ہو ؎

حجروں میں لاکھ بیٹھیے خلوت کہاں نصیب
جب تک کہ جان و دل میں بسا تو ہی تو نہ ہو (جامع)

۲۶ پھر فرمایا کہ مولانا رومی رحمہ نے خلوت کے علی الاطلاق مفید نہ ہونیکو ایک جگہ بیان فرمایا ہے کہ اے عزیز تو جو خلوت کو مطلقاً افضل کہتا ہے یہ بھی خلوت ہی کی برکت ہے۔ اگر جلوت میں جا کر یہ معلوم نہ ہوتا تو تجھے اس کے فضائل کہاں سے معلوم ہوتے پھر فرمایا کہ ہاں ایسا وقت ہر شخص کے لیے چاہے تھوڑا ہی ہو ضروری ہے کہ کسیوقت خلوت میں رہے حتے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود پسند فرماتے تھے چنانچہ ابتداءً غار میں جا کر رہا کرتے تھے پھر حق تعالیٰ بھی حکم فرماتے ہیں فاذا فرغت فانصب والیٰ ربک فارغب۔

(۲۷) ایک صاحب گجرات سے تشریف لائے حضرت والا نے دریافت فرمایا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں انہوں نے کہا کہ گجرات سے حاضر ہوا ہوں اسپر فرمایا کہ میرا کوئی خط ہے آپ کے پاس۔ اون صاحب نے عرض کیا کہ میں نے عریضہ بھیجا تھا مگر جواب نہیں ملا۔ فرمایا کہ جواب کا انتظار کرتے یا مکرر خط بھیجتے۔ اون صاحب نے کہا کہ شوق میں چلا آیا۔ پھر فرمایا کہ وطن بھی آپ کا گجرات ہی ہے سو ان صاحب نے کہا کہ وطن تو بہار ہے فرمایا کہ مجھے طرز گفتگو سے شبہ تھا پھر آپ ہاں کیا کرتے ہیں اون صاحب نے کہا کہ گوشہ میں

پڑا رہتا ہوں۔ حضرت نے یہہ سنکر بہت دیر تک خاموشی فرمائی اور پہر فرمایا کہ مینے آپ سے
دو سوال کیئے مگر دونوں کا جواب ایسا مبہم ملا کہ شاید اب اور کچھہ نہ دریافت کرسکونگا
اون صاحب نے عرض کیا کہ میں کوہ مری ایک جگہ ہے گرمی میں وہاں چلا جاتا ہوں۔ اور
گجرات میں ملازم ہوں فرمایا کہ اب سمجہہ میں آگیا مگر ایک سوال کا جواب اب بھی سمجھہ میں
نہیں آیا اون صاحب نے کہا کہ وہاں میرے پیر و مرشد رہتے ہیں اون کا حکم ہے کہ
نوکری چہوڑ کر یہاں چلے آؤ اس وجہ سے میں وہاں جارہا ہوں ساتہہ ہی یہ بھی خیال ہوا
کہ حضور سے بھی ملتا چلوں حضرت نے فرمایا کہ اب بات سمجہہ میں آئی ہے اور پہلے تو کوئی
بھی نہ سمجھا ہوگا پھر دوسرے دن انہیں صاحب نے کہا کہ مجھے بھی کچھہ تعلیم کر دیجئے گا۔ اسپر
فرمایا کہ جناب میں خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ تعلیم کا سلسلہ اونہیں بزرگ سے رہنے دیجئے
جنسے آپ بیعت ہیں اور جو تعلیم انہوں نے فرمایا ہے اوسکو کرتے رہیئے گا اور فرمایا
کہ کچہہ تعلیم کیا ہے یا نہیں۔ اون صاحب نے کہا کہ جی کیا ہے پہر فرمایا کہ آپ اونہیں
اطلاع کرتے ہیں یا نہیں اون صاحب نے کہا کہ اطلاع تو نہیں کرتا فرمایا کہ جب آپ اطلاع
نہیں کرتے تو کیا فائدہ ہے فضول تحقیقات میں تو پڑے ہوئے ہیں اگر آپ بزرگوں
کے ملفوظات اور احوال کے مطالب حل کر بھی لیں تو فرمایئے کہ جب تک خود کام نہ کرینگے
آپ کو کیا نفع ہوگا یہ اسپر فرمایا کہ اون صاحب نے مجدد صاحب کی بعض عبارتوں کا مطلب
دریافت کیا تہا اور یہ بھی فرمایا کہ لوگ بہت سارے مشائخ سے تعلق کرلیتے ہیں پہر نہ ادہر کے رہتے
ہیں نہ ادہر کے رہتے ہیں اون کے یہاں کی تعلیم اون سے چہپاتے ہیں اور اون کے یہاں کی
تعلیم ان سے چہپاتے ہیں اسی چکر میں ساری عمر گذر جاتی ہے۔ اسپر یہہ حکایت فرمائی کہ فلاں اطراف
میں ایک صاحب نے اپنی لڑکی کا دو جگہ نکاح کیا اور ہر ایک سے یہہ ٹہیرا یا کہ چہہ ماہ ہمارے گہر رہا
کرے گی اور چہہ ماہ آپکے گہر رہا کرے گی ایک عرصے کے بعد عقدہ حل ہوا کہ ایک شوہر نے
ایک دولائی بہت نفیس اوس بے حیا عورت کو بنا دی تہی وہ چادر اس کے شوہر ثانی کو
پسند آگئی اوس نے مانگ لی اور اسکو اوڑھکر مجلس میں گئے اتفاقاً دونوں شخص وہاں
جمع ہوگئے شوہر اول نے چادر پہچانی مگر دل میں خیال کرتے تہے کہ ممکن ہے کہ اس نے بازار سے

ایسا ہی کپڑا خرید ا ہو با لآخر دل نہ مانا ایک تدبیر ے اون سے معلوم کیا کہ حضرت آپ نے
کہاں سے یہ چھینٹ خریدی ہے۔ مجھے بہت پسند ہے اگر آپ پتہ دیں تو میں بھی منگالوں
صاحب ثانی نے کہا کہ مجھے سسرال سے ملی ہے اسپر اونہوں نے کہا کہ مجھے اون کا ہی پتہ
دیجئے گا۔ جب پتہ معلوم ہوا تو اور بھی حیران ہوئے کہ یہ تو میری سسرال کا ہی پتہ ہے
پھر سوچے کہ ممکن ہے اون کی دوسری دختر منسوب ہو بالآخر اون سے کہا کہ تکلیف کرکے
مکان دکھادیجئے گا۔ جب وہاں پہونچے تو وہ ہی سسرال ہے خسر صاحب کو آواز دی جب
وہ باہر تشریف لائے تو اون کا رنگ دونوں کو دیکھ کر متغیر ہو گیا۔ پھر تو اول شخص نے انکی
ہٹی پکڑ کر مرمت شروع کردی دوسرے صاحب سخت حیران تھے اسپر شخص اول نے کہا کہ
آپ گھبراویں نہیں آپ بھی ایسا ہی کریں گے اور فارغ ہو کر قصہ کہا تو صاحب ثانی نے بھی
خوب مرمت کی یہی حال ہوتا ہے دو شیخ سے تعلیم لینے والیکا۔

(۶۸) ایک صاحب نے حضرت والا کو ایک لفافہ دیا اوسکو دیکھ کر فرمایا کیا میں نے
تم سے یہ کہا تہا کہ اون سے خط لکھا کر لائیو اون صاحب نے عرض کیا کہ مجھے یاد نہیں رہا تھا
اسپر فرمایا کہ تم نے کہا کیوں نہیں کہ مجھے یاد نہیں رہتا۔ تم اپنی شان بڑی سمجھتے ہو۔ پھر
غریبوں کی بات کیطرف کیوں توجہ ہو شان تھوڑی نہ ہو جائے گی۔ میں نے تمہاری
بہت ہی اصلاح کی مگر پھر بھی تمہارے اندر وہ ہی مرض موجود ہے وہی تکبر، وہی نخوت،
یاد رکھو کہ جیسے فساق و فجار شیطان کے قبضہ میں ہیں ویسے ہی وہ متقی جو حدود شریعت
سے تجاوز کرتے ہیں شیطان کے قبضہ میں ہیں پس اس کی احتیاط اور تقوی تو پانی میں
ہی منحصر ہو گیا ہے (چونکہ ان صاحب میں طہارت کے معاملہ میں وہم کا بھی مرض ہے)

(۶۹) فرمایا آج ایک بہت لمبا چوڑا خط آیا تہا انہیں معاملات کے متعلق جو آجکل ہو رہے
ہیں (یعنی شورش) فرمایا میں نے یہ شعر لکھدیا ہے ؎

اذا لم تستطع شیئًا فدعه وجاوزه الی ما تستطیع

اور فرمایا کہ یہ فقط شاعری نہیں ہے بلکہ اسوقت شرعی مسئلہ یہی ہے اتفاق سے یہ شعر یاد
آگیا اس لیے لکھدیا ہے اور اسیطرح ایک شخص کا اور خط آیا تہا وہ بھی بہت ہی لمبا چوڑا تھا۔

(باقی آئندہ)

(۱) مقصود اس سے توثیق ہوگی وعدہ و وعید کی۔

ح کہ فاعل تبدیل و تحویل کا اللہ ہو یا غیر اللہ ہو جب احتمال آگیا تو مسئلہ قدرت عقائد کا مسئلہ ہے
ور عقائد کے مسئلہ میں احتمال آنے سے مسئلہ غیر قابل تسلیم ہو جاتا ہے۔ اول تو سنۃ اللہ ہی کا
مفہوم وہ نہیں جو اہلِ فطرت نے سمجھا ہے جیسا کہ جواب اول میں مشرح بیان ہوا۔ تو لفظ سنت میں
بھی احتمال ہوا پھر تبدیل و تحویل کے فاعل میں احتمال ہوا۔ اتنے احتمالوں کے ہوتے ہوئے
ان آیات کو حق تعالیٰ کا وعدہ خلاف فطرت واقع نکرنے کے لیے قرار دینا زبردستی ہے خصوصاً
اس صورت میں کہ قرآن میں جابجا الفاظ میں مذکور ہیں گو اہلِ فطرت ان کے معنوں کو توڑ موڑ کر
ایسے بنا لیتے ہیں کہ اِن کے مدعیٰ کے خلاف نہ رہیں لیکن یہ فعل خود ہی ناجائز اور تحریف ہے
کیونکہ اسکی بنا ان الفاظ کے اصلی معنوں کے محال ہونے پر ہے اور یہ خلاف واقع ہے
وہ صرف مستبعد ہیں محال نہیں (اس کا بیان اصول موضوعہ نمبر ۲ میں مفصل اور مدلل ہو چکا
ہے) تو یہ توڑ مروڑ بلاوجہ ہوئی اور اخبار قرآنی کو اپنے اصلی معنوں پر رکھنا ضروری ہوا
اور ان آیات میں جنمیں جنت وغیرہ کی خبریں ہیں۔ خلاف فطرت چیزوں کے واقع ہونے کی
خبریں موجود ہیں۔ نیز قرآن پاک میں جابجا صاف صریح الفاظ میں قدرت عامہ کو بیان فرمایا
گیا ہے مثلاً فعال لما یرید یعنے حق تعالیٰ کرنے والا ہے جو چاہے۔ اور ان اللہ علیٰ
کل شیٔ قدیر۔ یعنے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور حدیث میں حق تعالےٰ کی صفات
میں ہے یرفع اقواماً ویضع آخرین یعنے حق تعالیٰ ترقی دیتا ہے بعض قوموں کو اور
تنزل دیتا ہے بعض قوموں کو یہ سنت اللہ میں تبدیلی ہی تو ہوئی۔ جب قرآن میں جابجا خلاف
فطرت باتوں کی خبریں موجود ہیں اور قدرت عامہ کا اثبات موجود ہے تو ان چاروں آیات
میں اس احتمال کو ترجیح دے لینا کہ تبدیل و تحویل کا فاعل اللہ ہے جس سے یہ وعدہ
ہو جاوے کہ ہم اپنی عادت کو تبدیل نہیں کرتے (یعنے خلاف فطرت کوئی کام نہیں کرتے)
احتمال مرجوع کو راجح کرنا ہے۔ غرض یہ آیتیں اس وعدہ پر دال نہیں تو متکلم (حق تعالےٰ)
کی طرف سے وعدہ تبدیل نکرنے کا نہوا اور قدرت تبدیل پر ہے ہی تو بوجوہات مذکورہ
تبدیل اور تحویل کا فاعل اللہ کو نہیں قرار دے سکتے بلکہ مخلوق ہی کو فاعل قرار دینا چاہیے۔

۱۴۹

(۱) اور ایک تیسری تقریر اس مدعا کی اور کہی سنی گئی ہے جو مرکب ہے عقلی و نقلی سے وہ یہ کہ عادت اللہ ایک وعدہ فعلی ہے اور وعدے میں تبدل بالنص محال ہے پہلا مقدمہ عقلی ہے دوسرا نقلی۔ دوسرا مقدمہ تو بلا استثنا صحیح ہے پہلا مقدمہ مسلم نہیں ٭

(۲) جس کی رو سے آیتوں کے معنی یہ ہوئے کہ مخلوق میں سے کوئی ہماری عادت کو نہیں بدل سکتا اور نہیں ٹال سکتا ہمارے کام ایسے نہیں ہیں جیسے دنیا کے حکام اور بادشاہوں کے ہوتے ہیں کہ بعض وقت وہ کوئی حکم صادر کرتے ہیں یا کوئی کام کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن کسی جماعت کی شورش وغیرہ سدراہ ہو جاتی ہے اور بمقتضائے مصلحت انکو وہ ارادہ ملتوی کرنا پڑتا ہے۔ مقصود اس سے حق تعالی کو اپنے وعدہ اور وعید کا استحکام بیان فرمانا ہے۔

اور ابنائے زمان نے خلاف فطرت واقع نہ ہو سکنے پر ایک اور طرح سے بھی دلیل پیش کی ہے وہ دو جز سے مرکب ہے ایک جز و عقلی ہے اور ایک نقلی۔ ہے وہ دلیل یہ ہے کہ جب کوئی کام ایک خاص طریقہ پر ہو رہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ حق تعالی کے ارادہ سے ہو رہا ہے جب بار بار وہ اسی طرح سے ہوتا ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ حق تعالی کو وہ کام اسطرح کرنا منظور ہے تو یہ وعدہ فعلی ہو گیا اور سب جانتے ہیں اور قطعی آیت سے ثابت ہے کہ حق تعالے کے وعدہ میں رد و بدل ہونا ناممکن اور محال ہے تو اس صورت میں خلاف فطرت باتوں کو مان لینا خدا تعالی کے وعدہ میں رد و بدل ہو سکنے کا قائل ہونا ہے اور یہ باطل ہے تو خلاف فطرت واقع ہونا بھی باطل ہے۔ اس دلیل کے دو جز و ہوئے دلیل کے جزو کو مقدمہ کہتے ہیں پہلا مقدمہ یہ ہوا کہ عادت اللہ وعدہ فعلی ہے یہ مقدمہ عقلی ہے کہ اپنی عقل سے ان لوگوں نے اسکو اخذ کیا ہے اور دوسرا مقدمہ یہ ہوا کہ خدا تعالی کے وعدہ میں رد و بدل نہیں ہو سکتا یہ مقدمہ نقلی ہے یعنی یہ کلام الٰہی سے ثابت ہے۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ دوسرے مقدمہ کو تو ہم بلا استثنا کسی بات کے صحیح مانتے ہیں۔ کیونکہ کلام الٰہی میں موجود ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ لیکن پہلا مقدمہ ہمکو تسلیم نہیں یعنے یہ کہ ایک کام ایک خاص طرح پر کچھ عرصہ تک ہونے سے وعدہ فعلی ہو جاتا ہے۔ حق تعالی کی شان تو دوسری ہے دنیا ہی میں انسانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ساری عمر ایک کام ایک خاص طرح پر کرتے رہے تو اسکو یوں

۱۵۰

نہیں کہہ سکتے کہ یہ وعدہ ہوگیا اور اس کے خلاف یہ شخص نہیں کرسکتا یا کبھی نہیں کرے گا ایک حاکم کی عادت ہے کہ بارہ بجے کچہری میں آتا ہے اور فرض کرو کہ اوسکا ہمیشہ کا معمول یہ ہی ہے اب اگر وہ ایک دن عملہ والوں سے کہے کہ کل کو ہم دس بجے کچہری کرینگے تو کیا کبھی کو یہ کہنا درست ہوگا کہ ہم کل دس بجے نہیں آوینگے کیونکہ آپکو ہمنے ہمیشہ بارہ بجے آتے دیکھا ہے تو یہ بارہ بجے آنا آپکا وعدہ فعلی ہوگیا اور ہم جانتے ہیں کہ آپ وعدہ کے بڑے پابند ہیں آپ کا وعدہ کوئی معمولی وعدہ نہیں اور آج جو آپ حکم دیتے ہیں کہ کل کو دس بجے کچہری کریں گے یہ بالکل ناممکن ہے کیونکہ ایسے بڑے حاکم کا وعدہ کیسے ٹل سکتا ہے۔ ناظرین ذرا انصاف سے کہیں کہ کیا یہ جواب عملہ والوں کا صحیح ہے اور اگر وہ کل کو دس بجے حاضر نہ ہوں تو وہ مجرم ہوں گے یا نہیں۔ تعجب ہے کہ دنیا میں کوئی بھی اور کسی موقع پر بھی اس مقدمہ کو نہیں مانتا اور یہ بات محض لچر بھی ہے لیکن دین کے بارہ میں اس لچر بات کو دلیل کا جزو بنا لیا جاتا ہے اور اسپر ایسا اصرار کیا جاتا ہے کہ جس کا یہ وعدہ فعلی قرار دیا جاتا ہے وہ بھی خود اس کے خلاف کہے تو نہیں مانتے حق تعالیٰ جا بجا فرماتے ہیں ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر اور جا بجا معجزات کی اور قیامت کے واقعات کی اور ملائکہ وغیرہ کی خبر دیتے ہیں۔ تو خود حق تعالیٰ کا تصریح کے ساتھ بیان فرمانا اور اپنا قادر ہونا ثابت کرنا تو صحیح نہیں اور ان کا دہ من گھڑت مقدمہ کہ عادت وعدہ فعلی ہے صحیح ہے اسیکو کہتے ہیں مدعی سست اور گواہ چست۔ ان عقلمندوں سے کوئی پوچھے کہ جب دنیا پیدا ہوئی ہوگی تو اسیطرح یعنی جس طرح اس زمانہ میں چار فصلیں ہیں چاروں فصلیں ہوئی ہونگی۔ کیونکہ ان ہی پر دنیا کا آباد ہونا اور نشو نما ہونا موقوف ہے پھر نہ معلوم کتنے سال تک ایسا ہی ہوتا رہا ہوگا موسم برسات میں بارش بھی ہوتی رہی ہوگی بارش اپنے وقت برابر ہوتے ہوئے دیکھ کر اگر یہ اصول مستنبط کر لیا جاتا کہ یہ وعدہ فعلی ہوگیا تو انکی تقریر کے موافق یہ صحیح تھا پھر اس کے خلاف کیسے ہوگیا تاریخ میں پڑھیئے تو معلوم ہوگا کہ سال ہا سال کے بعد کبھی کبھی امساک باران بھی ہوا ہے۔ سو جب پہلے پہل ایسا ہوا ہوگا تو وہ وعدہ کے خلاف ضرور ہوا تو یہ کیسے ہوگیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مقدمہ ہی غلط ہے کہ کوئی کام دو چار دفعہ ایک طریق پر کرنے سے وعدہ فعلی ہو جاتا ہے۔ بہت موٹی بات ہے کہ

151

(۱) موسم بارش میں بارش ہوتے ہوتے جب کبھی اول بار امساک باراں ہوا ہوگا جب تک کہ امساک کی عادت بھی نہ تھی۔ کیونکہ عالم کا حادث ہونا پہلے ثابت ہو چکا ہے تو اگر وہ عادت وعدہ تھا تو اس وعدے میں خلاف کیسے ہو گیا تنوعات سب حادث ہیں جب مادہ میں اول نوع پیدا ہوتی ہے اور مدت تک اسی نوع کے افراد پیدا ہوتے رہے تو یہ ایک عادت ہو گئی تھی پھر دوسری نوع کے افراد کیوں پیدا ہونے لگے +

(۲) مختلف انواع کی چیزیں عالم میں موجود ہیں اور یہ بات مانی ہوئی ہے اور حدوث مادہ کی بحث میں ثابت کی جا چکی ہے کہ یہ سب انواع حادث ہیں اور قدیم نہیں ہیں خود مادہ ہی قدیم نہیں تو اس کے انواع کیا قدیم ہونگے تو ہم کہتے ہیں کہ مادہ میں جب اول نوع پیدا ہوئی تو کچھ عرصہ تک وہی نوع رہنے سے وہ داخل عادت ہو گئی اور کوئی دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ وعدہ فعلی ہو گیا اب اسکی خلاف نہیں ہو سکتا پھر دوسرے انواع کیسے پیدا ہونے لگیں کیونکہ یہ آپ کی تقریر کے موافق وعدہ فعلی کے خلاف ہے جب فعل سے بھی وعدہ ہو جاتا ہے تو جس نوعیت سے فعل شروع کیا جاوے وہ بھی داخل وعدہ ہو جاوے گی اسمیں تغیر ہرگز نہ ہونا چاہیئے حالانکہ تغیر ہوا ہے اور ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہیگا اس تغیر کو خواہ بطور ارتقاء مانو جیسا کہ آجکل کے بعض اہل سائنس نے کہا ہے (کہ عالم میں کوئی نوع ابتداء پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ انواع میں تغیر ہو کر ایک نوع سے دوسری نوع پیدا ہو جاتی ہے مثلاً بندر اور انسان دو نوع ہیں انمیں پہلے ایک ہی نوع تھی یعنی بندر پھر رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے دم وغیرہ جھڑ گئی اور کھڑے ہو کر چلنے لگا اس کا نام انسان ہو گیا علی ہذا بہت سی انواع میں یہی تک بندیاں ہیں) (اس کے صحت اور بطلان سے یہاں تعرض نہیں کیا جاتا اس کا بیان آگے آوے گا) یا اس تغیر کو بطور نشو کہو جیسا کہ اہل حق نے کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نوع قدرت خداوندی سے علیحدہ پیدا ہوئی۔ غرض جس طرح بھی مانو تغیر ہوا ہے تغیر عادت ہی تبدیلی ہی کا نام ہے اور عادت کی تبدیلی سے وعدہ فعلی کے خلاف ہونا لازم آتا ہے اور یہ عالم میں برابر واقع ہو رہا ہے تو یہ اصول آپ کا کہاں سے صحیح ہوا کہ وعدہ فعلی کے خلاف ہونا ناممکن ہے اب یا تو یوں کہو کہ حق تعالیٰ کے وعدہ میں بھی خلاف ہونا ممکن ہے یا یوں کہو کہ عادت سے وعدہ فعلی ہوتا ہی نہیں۔ شق اول تو بالاتفاق باطل ہے دنیا میں کوئی بھی

۱۵۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ عزیز کون تھا آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
پھر میں نے پوچھا کہ اُن کے بعد فرمایا عمر رضی اللہ عنہ۔ پھر میں نے عرض کیا کہ پھر کون فرمایا
ابوعبیدہ بن جراح حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا ہے کہ یہ دونوں انبیاء
مرسلین کے علاوہ تمام اولین وآخرین سن رسیدہ شخصوں کے جنت میں سردار ہوں گے (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے بلکہ ابن عباس ابن عمر ابی سعید
خدری جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ
وعمر رضی اللہ عنہ پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو فضیلت دے تو وہ مہاجرین
وانصار پر ظلم کرتا اور عیب لگاتا ہے (طبرانی)

زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حسان بن ثابت رضی اللہ
عنہ سے فرمایا کہ تم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی شان میں کچھ اشعار کہے ہیں عرض کیا کہ ہاں
فرمایا میں سننا چاہتا ہوں سناؤ انہوں نے یہ اشعار پیش کئے۔

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد ۔۔۔ طاف العدو به اذ صعد والجبلا
وکان حب رسول اللہ قد علموا ۔۔۔ خیر البریه لم یعدل به رجلا

ترجمہ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار ہیں۔ دشمن بھاگ جاتے ہیں جب
آپ پہاڑ پر چڑھتے ہیں دنیا جان جانتا ہے جتنی کچھ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
محبت ہے دنیا میں آپ کو کسی سے بھی اتنی محبت نہیں ہوئی۔

ان اشعار کو سنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھ مبارک نظر آنے لگی پھر فرمایا
حسان تم نے سچ کہا (ابن سعد)

ازانجملہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ میں جب صحابہ کی باہمی فضیلت کا ذکر کرتے تھے تو کہتے تھے کہ ابوبکرؓ اس امت میں سب سے
بہتر ہیں ان کے بعد عمرؓ ان کے بعد عثمانؓ۔

اور بعض احادیث یہ دلالت بطور تلویح[۱] کے ہے مثل حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے جس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اور لوگوں کے لیئے عام تجلی فرمائیگا اور ابو بکر کے لیئے خاص تجلی اِس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور مثل حدیث ابو سعید خدری کے اُنہوں نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دو وزیر آسمان پر ہیں اور دو وزیر زمین پر آسمان کے دو وزیر تو جبرائیل ومیکائیل علیہما السلام ہیں اور زمین کے وزیر ابو بکر وعمر ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر آسمان کیطرف اُٹھایا اور فرمایا کہ علیین کے رہنے والے نیچے والوں کو ایسے نظر آتے ہیں جیسے تم ستاروں کو دیکھتے ہو اور بے شک ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) اہل علیین میں سے ہیں اور وہ اسی لائق ہیں۔

تیسرا مسلک یہ ہے کہ آپ کی افضلیت پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہے۔ اجمالاً بھی اور تفصیلاً[۲] بھی یہ بیان بہت طویل ہے ہر فقیہ صحابی سے آپ کی نسبت اِس امت میں سب سے بہتر سب سے زیادہ مستحق اور اِسی قسم کے الفاظ منقول ہیں چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت فرمایا کہ آپ مجھہ سے افضل ہیں لیکن مسئلہ افضلیت کو سب سے زیادہ صاف بیان کرنے والے حضرت علی مرتضیٰ ہیں اِن سے بسند صحیح مروی ہے کہ کوفہ میں منبر پر کھڑے ہو کر اپنے عہد خلافت میں فرماتے تھے کہ اِس امت میں سب سے بہتر ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ یہ مضمون حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محمد بن حنفیہ اور ابو جحیفہ اور علقمہ اور نزال بن سبرہ اور عبد الخیر اور حکم بن حجل وغیرہم نے روایت کیا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل الصحابہ شمار کیا کرتے تھے پھر عمر رضی اللہ عنہ کو پھر عثمان رضی اللہ عنہ کو بتلایا کرتے تھے طبرانی نے اتنا

---

[۱] تلویح اشارہ کرنے کو کہتے ہیں ۱۲

[۲] یعنی بعض روایتیں مجمل ہیں کہ اُن میں اجماع کرنے والوں کی تفصیل نہیں ہے اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اجماع کی بعض روایت میں فضیلت کا مضمون مجمل ہے یعنی یہ نہیں بیان ہوا کہ کن اوصاف کی وجہ سے صحابہ آپ کو افضل سمجھتے تھے اور بعض روایات مفصل ہیں یعنی ان میں وہ اوصاف مذکور ہیں ۱۲۔

اور زیادہ کیا ہے کہ شدہ شدہ اس بات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہو گئی مگر آپ کو یہ بات ناگوار نہیں معلوم ہوئی +

نیز بسند مستفیض حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے تھے اول درجہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے درجہ میں ابوبکر اور تیسرے درجہ میں عمر ہیں پھر اس کے بعد فتنہ نے ہم پر ہاتھ صاف کیا اسکو عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں اور حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے اور نیز بسند مستفیض مروی ہے کہ علی مرتضی مرفوعاً روایت کرتے تھے کہ یہ دونوں (یعنی ابوبکر اور عمر) پیران[1] اہل جنت کے سردار ہیں اس حدیث کو امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں کی اولاد نے روایت کیا ہے ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور ہم ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو زیادہ افضل جانتے تھے پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر علی رضی اللہ عنہ کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بہت سے صحابہ آپس میں کہا کرتے تھے کہ اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر ہم چپ ہو جاتے تھے (ابن عساکر) عبدالرحمن بن ابی لیلی نے بیان کیا کہ کچھ لوگ کوفہ کے رہنے والے اور کچھ لوگ بصرہ کے رہنے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جب وہ مدینہ پہونچ گئے تو آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر آ گیا بعض لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی اور بعض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی جارود بن معلی ان لوگوں میں تھے جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی تھی۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ درہ لیے ہوئے اور جن لوگوں نے ان کو حضرت ابوبکر پر فضیلت دی تھی انکی

۴۳

---

[1] اسد الغابہ میں اس طور سے آیا ہے حارث نے حضرت علی رض سے روایت کر کے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں پیران اہل جنت کے سردار ہیں یعنی تمام اولین و آخرین کے سوائے انبیاء و مرسلین کے اے علی! دونوں سے اسکو نہ بیان کرنا ۱۲ منہ

[2] مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے پیرانہ سالی میں وفات پائی ان سب کے یہ سردار ہیں ورنہ جنت میں کوئی بوڑھا نہ ہوگا ۱۲ منہ

طرف متوجہ ہُوئے اور درہ سے اُن کو مارنا شروع کیا یہاں تک لوگ اپنے پیروں سے بچانے لگے پس جارودؓ نے کہا کہ اے امیر المومنین! ٹھیر جایئے اللہ عزوجل اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ہم آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیں حضرت ابوبکرؓ آپ سے فلاں بات میں افضل ہیں فلاں بات میں افضل ہیں یہ سُنکر حضرت عمرؓ کا غصہ فرو ہوا۔ اور آپ واپس چلے گئے پھر دوسرے وقت منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اس کے بعد فرمایا کہ تم آگاہ رہو اس امت میں بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سب سے افضل ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں جو شخص اس وقت کے بعد اس کے خلاف کہیگا وہ مفتری ہے اسکو وہی سزا دی جائے گی جو مفتری کو دیجاتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضلیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے بتواتر ثابت ہوتی ہے از انجملہ بہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بخاری نے حضرت[ع] ابوبکرؓ (کی بعیت) پر اتفاق ہونے کے قصہ میں حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے (کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ) پھر حضرت ابوبکرؓ نے نہایت بلاغت کے ساتھہ گفتگو شروع کی اور اونھوں نے اپنے کلام میں یہ بھی فرمایا کہ ہم لوگ یعنی اہل قریش سردار ہیں اور تم لوگ ہمارے وزیر ہو اس فقرے پر حباب بن منذر نے کہا کہ خدا کی قسم ہم ایسا نہ کریں گے بلکہ ہم میں سے ایک سردار ہو اور تم میں سے ایک سردار ہو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ ہم لوگ سردار ہیں اور تم لوگ ہمارے وزیر ہو (تم میں سرداری نہ ہوگی کیونکہ) وہ (یعنی اہل قریش) خاندان کے اعتبار سے سب سے بہتر اور حسب میں معروف و مشہور ہیں (لہذا امارت انہیں کا حق ہے تم کیسے پا سکتے ہو تم کو مناسب ہے کہ) عمرؓ یا ابو عبیدہ بن جراح سے بعیت کرلو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ ہم (سب) آپ سے بعیت کرتے ہیں کیونکہ آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب میں بہتر ہیں اور ہم سب سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ زیادہ محبوب ہیں۔ (یہ فرما کر) پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے بعیت کرلی اور (ان کے بعد) سب نے بعیت کرلی

۴۷

ع یہ ایک بڑی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جسکو بخاری نے کتاب الانبیاء میں لکھا ہے حضرت کی وفات کے وقت جو واقعات پیش آئے تھے اور سقیفہ بن ساعدہ جانے کی ضرورت حضرات شیخین کو جس طرح پیش آئی اور وہاں جو گفتگو ہوئی اس حدیث میں بیان کیا ہے۔ ۱۲

یادگار صالحین

اس جہل و ضلالت کے زمانہ میں جبکہ اہل اسلام مذہبی معلومات اور دینی کتب کے مطالعہ سے یکسو ہو چلے ہیں ضرورت ہے کہ انکو دینی معلومات کی واقفیت کیساتھ یادگار صالحین و بندگان دین کے حالات و واقعات کا مطالعہ کرایا جائے جو دینی معلومات کے لیے اعانت کا کام دیگا خصوصًا ان بزرگان حقہ کا جن کے نام سے اس زمانہ میں کوئی ہستی ناواقف ہو گیا اسوقت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی و حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ و حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی و حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ و مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ وغیرہ بزرگان کے اسمائے گرامی سے کوئی ہستی ناواقف نکل سکتی ہے ہرگز نہیں ان حضرات کے حالات سچے اور صحیح ہونے کے لیے جناب امیر شاہ خانصاحب مرحوم متوطن قصبہ خورجہ مقیم میرٹھ کی زبان سے نکلے ہوئے ہونیکے ساتھ حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے حواشی کی تزئین نور علیٰ نور کا کام کر رہی ہے جن اوراق میں ان حضرات کے واقعات جمع کیے گئے ہیں انکا نام امیر الروایات سے عجیب الحکایات رکھا گیا ہے اس مختصر اشتہار میں اس کتاب کی کما حقہ تعریف ناممکن ہے اسکی کیفیت کتاب کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتی ہے قیمت ایک روپیہ محصول ڈاک چار آنے۔

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں نہایت جامع اور مستند کتاب

یہ وہی کتاب ہے جسکے زمانہ تالیف میں باوجودیکہ اطراف و جوانب میں طاعون پھیل رہی تھی مگر اسکی برکت سے تھانہ بھون محفوظ رہا۔ وبا کے زمانہ میں جس مکان میں پڑھی جاتی ہے وہ مکان محفوظ رہتا ہے

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

مجموعہ واقدی۔ یعنی مغازی الرسول فتوح الشام فتوح المصر فتوح العجم یہ عجیب و غریب مجموعہ ہے مگر ہے پرانی زبان میں۔ قیمت چھ روپے .. .. (للعہ)

تاریخ حبیب الٰہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانح عمری معہ غزوات وغیرہ قیمت (۸)

قصص الانبیا کلاں۔ قیمت دو روپے (عہ)

حکایات الصالحین قیمت آٹھ آنے | **تذکرۃ الاولیا** قیمت دو روپے آٹھ آنہ

نزہۃ البساتین۔ قیمت تین روپے آٹھ آنہ | **نیک بیبیاں**۔ قیمت پانچ آنے

فردوس آسیہ۔ جس میں خلفاء راشدین و ائمہ کے حالات نہایت صفائی سے جمع کیے ہیں قیمت عہ

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں

افسوس ہے کہ خداتعالیٰ کے احکام بجالانے اور امرونہی پر عمل کرنے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کیجاتی ہیں خصوصاً نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اور اکثر جدید تعلیم یافتہ تحقیق اسباب علل کو آڑ بناکر عمل سے بے پرواہ ہوگئے ہیں مگر خدائے تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں حضرت حکیم الامۃ مدظلہم کو کہ المصالح العقلیہ اردو زبان میں تالیف فرماکر آزاد اہل ہند کے لیے رموز و اسرار شرعیہ کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے جو ایک حق طلب حق پسند کیلئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہوسکتا ہے ورنہ خود پسند و نفس پرست کے لیے تو دفتر بھی کافی نہیں۔

قیمت ہر سہ حصص دو روپے (عہ)

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

مؤلفہ حکیم الامۃ حضرت مولانا مدظلہم

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کے لیے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے ہمیشہ رہنما ہے ہمت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیفیت روحانی ہے پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے اور کدھر ہیں طریقت شریعت کو جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھ کر انکو واضح ہو جائیگا کہ

شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے

ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہے۔ قیمت تین روپے چار آنے۔

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جان نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

اگر آپ مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابوعبیدہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنا مقصود ہیں۔

اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب معلوم کرکے ان تمام تلخ کاریوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہیں جنسے مسلمان ٹھوکر کھاکر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں تو فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام ملاحظہ فرمائیں۔ ضخامت ۸۱۲ صفحات

قیمت تین روپے چار آنے۔ محصول ڈاک گیارہ آنے

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب [illegible]